اہل سنت کے نزدیک
اہل بیت کا مقام ومرتبہ
مترجم
فضل الرحمٰن رحمانی الندوی (مدنی)
سکریٹری لجنۃ الدعوۃ (برائے مسجد بخاری حی البلد)
مرکز دعوہ والارشاد جدہ سعودی عرب

تم إعداد هذا الكتاب بالتعاون مع:

موقع البرهان : *www.alburhan.com*

موقع العقيدة : *www.aqeedeh.com*

نام کتاب : اہل سنت کے نزدیک اہل بیت کا مقام ومرتبہ
ترجمہ وتلخیص : فضل الرحمٰن رحمانی ندوی مدنی
ناشر : عقیدہ لائبریری www.aqeedeh.com
سال طبع : 2010ء
تعداد : 20ہزار

فہرست مضامین

پہلی فصل:

اہل بیت کون؟

نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کے بارے میں صحیح بات یہ ہے کہ اس سے مراد آپ کے وہ رشتے دار ہیں جن پر صدقہ حرام ہے، یعنی آپ کی ازواجِ مطہرات، اولاد نیز جناب عبد المطلب کی نسل میں سے ہر مسلمان مرد و عورت جنہیں بنو ہاشم کہا جاتا ہے۔ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وُلِدَ لِهَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافٍ شَيْبَةُ، وَهُوَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ، وَفِيْهِ الْعَمُوْدُ وَالشَّرْفُ، وَلَمْ يَبْقَ لِهَاشِمٍ عَقِبٌ اِلَّا مِنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَطْ)) [1]

''ہاشم بن عبد مناف کے گھر شیبہ پیدا ہوئے جنہیں عبد المطلب کہا جانے لگا۔ ہاشم کے شرف و مرتبہ کے وہی وارث ہوئے اور ان کے علاوہ کسی اور بیٹے سے ہاشم کی نسل نہیں چلی۔''

اس بات کی دلیل کہ ''آپ کے چچاؤں کی نسل بھی اہل بیت میں داخل ہے'' صحیح مسلم کی وہ حدیث ہے جو حضرت عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں یہ درخواست لے کر حاضر ہوئے کہ آپ ہمیں صدقے کی وصولی پر مقرر فرما دیں تا کہ ہم اس کام کی تنخواہ سے اپنی شادی

---

[1] جمهرة انساب العرب، ص: ١٤

جناب عبد المطلب کی نسل کے بارے میں علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کی کتاب ''جمهرة أنساب العرب'' کے صفحہ نمبر ۱۴، ۱۵، ابن قدامہ رحمہ اللہ کی کتاب ''التبيين في أنساب القرشيين'' صفحہ: ۶۷، علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی ''منهاج السنه'' ٣٠٤/٧، ٣٠٥ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی ''فتح البارى ٧٨/٧، ٧٩ '' کا مطالعہ کیا جائے۔

کا سامان کر سکیں۔ آپ نے ہمیں فرمایا:

((إِنَّ الصَّدَقَةَ لا تَنبَغِي لآلِ مُحَمَّدٍ، إِنَّمَا هِيَ أوساخ النَّاسِ)) [1]

''آل محمد ﷺ کے لیے صدقے کی آمدنی حلال نہیں، یہ تو لوگوں کی میل کچیل ہے۔''

پھر آپ نے خمس کے مال سے ان کی شادی کرنے کا حکم دیا۔

امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ جیسے بعض اہل علم نے صدقے کی حرمت کے مسئلہ میں بنو ہاشم کے ساتھ بنو مطلب بن عبد مناف کو بھی شامل کیا ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے خمس (جنگ سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کا پانچواں حصہ) سے ان کو بھی حصہ دیا تھا جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے، سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے: ''نبی کریم ﷺ نے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو خمس سے حصہ دیا لیکن عبد شمس اور نوفل کی اولاد کو کچھ نہ دیا۔ حالانکہ ہاشم، مطلب، عبد شمس اور نوفل آپس میں بھائی ہیں اور وجہ یہ بتائی کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب ایک ہیں۔'' [2]

آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے اہل بیت میں سے ہونے کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے:

﴿وَ قَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاہِلِیَّۃِ الۡاُوۡلٰی وَ اَقِمۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتِیۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ اَطِعۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ۚ﴿۳۳﴾ وَ اذۡکُرۡنَ مَا یُتۡلٰی فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَ الۡحِکۡمَۃِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیۡفًا خَبِیۡرًا ﴿۳۴﴾﴾ (الأحزاب ۳۳/ :۳۳، ۳٤)

''(اے نبی کی بیویو!) تم اپنے گھروں میں قرار (عزت و وقار) سے رہو اور دورِ

---

[1] صحیح مسلم، الزکاۃ، باب ترك استعمال ال النبي ﷺ على الصدقة، ح : ۱۰۷۲

[2] صحیح البخاری، فرض الخمس، باب ومن الدليل على أن الخمس للإمام......حديث : ۳۱٤۰.

جاہلیت کی طرح اظہارِ زینت نہ کرو، بلکہ نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہل بیت! اللہ گندی چیزوں کو تم سے دور رکھنا چاہتا ہے اور تمہیں اچھی طرح پاک صاف رکھنا چاہتا ہے۔ اس لیے تم گھروں میں رہ کر اللہ کی نازل کردہ آیات اور (رسول کی بیان کردہ) حکمت کو یاد کرتی رہو۔ بلاشبہ اللہ نہایت باریک بین اور انتہائی خبردار ہے۔''

یہ آیت مبارکہ قطعی طور پر دلالت کرتی ہے کہ ازواج مطہرات اہل بیت میں داخل ہیں کیونکہ اس آیت سے ماقبل اور مابعد کی آیات میں انہی سے خطاب ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث کو اس کے منافی خیال نہ کیا جائے جو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِّنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ، فَجَآءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَاَدْخَلَهٗ، ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهٗ، ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَاَدْخَلَهَا، ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَاَدْخَلَهٗ، ثُمَّ قَالَ: ﴿اِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾)) [1]

''نبی کریم ﷺ ایک دن تشریف فرما ہوئے، آپ پر سیاہ بالوں کی بنی ہوئی منقش چادر تھی۔ اتنے میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ آ گئے، آپ نے ان کو چادر میں داخل فرما لیا، پھر حسین رضی اللہ عنہ آئے تو وہ بھی ساتھ داخل ہو گئے، پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں تو آپ نے انہیں بھی چادر میں داخل فرما لیا۔ پھر علی رضی اللہ عنہ پہنچ گئے تو آپ نے انہیں بھی داخل فرما لیا۔ پھر فرمایا: ''اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے ہر بری چیز دور فرما کر تمہیں خوب پاک صاف کر دے۔''

کیونکہ اس آیت میں صراحتاً خطاب تو ازواج مطہرات کو ہے لہٰذا وہ تو لازماً داخل ہیں،

[1] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضائل أهل بيت النبي ﷺ، ح: ٢٤٢٤.

البتہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سیدنا علی، سیدہ فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم بھی ان کے ساتھ اہل بیت میں داخل ہیں اس حدیث میں ان چار حضرات کے ذکر کا یہ مطلب نہیں کہ دوسرے رشتہ دار اہل بیت میں داخل نہیں، بلکہ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ چاروں آپ کے گہرے رشتہ دار ہیں۔ جس طرح یہ آیت ازواج مطہرات کے اہل بیت میں داخل ہونے پر دلالت کرتی ہے اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی سابقہ حدیث سیدنا علی، فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم کے اہل بیت میں داخل ہونے پر دلالت کرتی ہے، اس کی ایک نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے:

﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ﴾ (التوبہ:پ۹/ ۱۰۸)

''وہ مسجد جس کی بنیاد ابتدا ہی سے تقویٰ اور خلوص پر رکھی گئی۔''

یہ فرمان الٰہی مسجد قبا کے بارے میں ہے۔ جبکہ صحیح مسلم کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد سے مراد مسجد نبوی ہے۔ (1) گویا دونوں مسجدیں اس فرمان کا مصداق ہیں۔ کیونکہ دونوں کی بنیاد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے رکھی۔ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ مثال اپنے رسالہ ''فَضْلُ أَهْلِ الْبَيتِ وَ حُقُوْقِهِمْ'' میں ذکر فرمائی ہے۔ (2) آپ کی ازواج مطہرات لفظ ''آل'' کے تحت داخل ہیں کیونکہ آپ کا فرمان ہے:

((إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لِآلِ مُحَمَّدٍ)) (3)

''صدقہ وزکوۃ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال نہیں۔''

اس لیے ان کو خُمس سے حصہ دیا جاتا تھا۔ نیز مصنف ابن ابی شیبہ میں ابن ابی ملیکہ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے: ''سیدنا خالد بن سعید نے سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر صدقے کی ایک گائے بھیج دی۔ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے واپس لوٹایا اور فرمایا:

---

(1) صحيح مسلم، الحج، باب بيان المسجد الذي أسس على التقوىٰ هو مسجد النبي صلى الله عليه وسلم بالمدينة، حديث: ۱۳۹۸.

(2) فضل أهل البيت وحقوقهم، ص: ۲۰،۲۱۔

(3) مسند احمد: ۲/ ۲۷۹.

((إِنَّا آلَ مُحَمَّدٍ ﷺ لا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ)) [1]

''ہم آل محمد ﷺ کے لیے صدقہ حلال نہیں۔''

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ اپنی کتاب ''جلاء الأفهام'' میں اس مسلک کے قائلین کے دلائل ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ لوگ کہتے ہیں کہ بیویاں بھی آل میں داخل ہوتی ہیں خصوصاً ازواج مطہرات آل محمد ﷺ میں داخل ہیں، کیونکہ زوجیت والا رشتہ بھی تو نسب جیسا ہے۔ ازواج مطہرات کا رشتہ نبی کریم ﷺ سے منقطع نہیں ہوا تبھی تو وہ آپ کی زندگی میں اور آپ کی وفات کے بعد بھی دوسرے مردوں پر حرام ہیں۔ وہ دنیا میں بھی آپ کی بیویاں ہیں اور آخرت میں بھی آپ کی بیویاں ہوں گی۔ لہٰذا ان کا نبی کریم ﷺ کے ساتھ رشتہ نسب کی طرح قائم و دائم ہے۔ آپ نے درود میں ان کو صراحتاً شامل فرمایا ہے، اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ صدقہ ازواج مطہرات پر بھی حرام ہے کیونکہ یہ لوگوں کی میل کچیل ہے اور اللہ نے آپ کی ذات اقدس اور آپ کی آل کو انسانوں کی اس میل کچیل سے بچا کر رکھا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ پھر تعجب کی بات ہے کہ اگر ازواج مطہرات آپ کے مندرجہ ذیل فرامین میں داخل ہیں:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا)) [2]

''اے اللہ! آل محمد ﷺ کو صرف ضرورت کی حد تک رزق دے۔''

اور قربانی کرتے وقت آپ ﷺ فرماتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ)) [3]

''اے اللہ! یہ قربانی محمد اور آل محمد ﷺ کی طرف سے ہے۔''

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

---

[1] المصنف لابن أبي شيبة، باب لا تحل الصدقة على بني هاشم، ح: ١٠٧٠٨)

[2] صحيح مسلم، الزكاة، باب في الكفاف والقناعة، ح: ١٠٥٥، ومسند أحمد: ٢/٢٣٢)

[3] المعجم الكبير للطبراني، ح: ٣٠٥٩

((مَا شَبِعَ آلُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ خُبْزِ بُرٍّ)) [1]

''آل رسول اللہ ﷺ نے کبھی گندم کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی۔''

اسی طرح اس درود میں بھی ازواج مطہرات شامل ہیں:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ))

''اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر اور آل محمد پر۔''

تو کیا وجہ ہے کہ وہ آپ کے اس فرمان میں داخل نہیں۔

((إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لِآلِ مُحَمَّدٍ)) [2]

''صدقہ آل محمد ﷺ کے لیے حلال نہیں۔''

حالانکہ صدقہ لوگوں کی میل کچیل ہے۔ ازواج مطہرات تو اس سے بچائے جانے اور دور رکھے جانے کی زیادہ حقدار تھیں۔

اگر کہا جائے کہ اگر صدقہ ازواجِ مطہرات پر حرام ہوتا تو ان کے غلاموں اور لونڈیوں پر بھی حرام ہونا چاہیے تھا جس طرح بنو ہاشم پر حرام ہوا تو ان کے غلاموں اور لونڈیوں پر بھی حرام ہو گیا، حالانکہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ سیدہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو صدقے کا گوشت بھیجا گیا اور انہوں نے کھایا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں منع نہیں کیا، جبکہ بریرہ رضی اللہ عنہا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ لونڈی تھیں۔

درحقیقت اسی بات سے ان لوگوں کو اشتباہ ہوا جنہوں نے ازواج مطہرات کے لیے صدقے کا استعمال جائز کہا ہے۔ اس اشتباہ کا جواب یہ ہے کہ ازواج مطہرات پر صدقے کی حرمت ذاتی نہیں، بلکہ نبی اکرم ﷺ کی وجہ سے ہے ورنہ آپ کے ساتھ نکاح سے پہلے ان پر صدقہ حرام نہیں تھا، لہٰذا اس حرمت میں وہ فرع ہیں اور غلاموں پر حرمت آقا پر حرمت کی

---

[1] صحيح البخاري، الأيمان والنذور، باب إذا حلف أن لا يأتدم فأكل تمرا...... ح: ٦٦٨٧، وصحيح مسلم، الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن...... ح: ٢٩٧٠.

[2] مسند احمد: ٢/ ٢٧٩.

فرع کی فرع ہیں، جبکہ بنو ہاشم پر صدقے کی حرمت ذاتی ہے اس لیے یہ ان کے غلاموں پر بھی لاگو ہوگی۔

اس مسلک کے ماننے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ٥ وَ مَنْ یَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَیْنِ وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِیْمًا ٥ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ٥ وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ٥ وَاذْكُرْنَ مَا یُتْلٰى فِیْ بُیُوْتِكُنَّ مِنْ آیَاتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِیْفًا خَبِیْرًا ٥﴾

(الأحزاب:۳۳/ ۳۰ تا ۳٤)

''اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو واضح گناہ کا ارتکاب کرے گی اسے دوگنا عذاب دیا جائے گا اور یہ بات اللہ کے لیے معمولی ہے۔ البتہ تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں بردار رہے گی اور نیک کام کرے گی، اسے ثواب بھی دگنا دیں گے، اور ہم نے اس کے لیے بہترین رزق تیار کر رکھا ہے۔'' ''اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم متقی ہو تو (نامحرم لوگوں سے باتیں کرتے وقت) نرم آواز سے بات نہ کرو ورنہ بیمار دل والا طمع کرنے لگے گا۔'' البتہ بات اچھی کرو اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور گزشتہ جاہلیت کی طرح اظہار زینت نہ کرو اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی

اطاعت کرو۔ اے نبی کے گھر والو! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی نا مناسب چیز دور کر دے اور تم کو اچھی طرح پاک صاف کر دے اور جو قرآنی آیات اور حکمتیں تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں ان کی طرف دھیان رکھا کرو۔ بے شک اللہ نہایت باریک بیں اور انتہائی خبر دار ہے۔''

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ازواجِ مطہرات اہل بیت میں داخل ہیں، کیونکہ اہل بیت والی آیت سے ماقبل آیات اور بعد والی آیت میں خطاب ازواج مطہرات سے ہے۔ لہٰذا ان کو اہل بیت سے نکالنا ممکن نہیں۔ واللہ اعلم [1]

بنو ہاشم کے غلاموں پر صدقے کی حرمت کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی رحمہم اللہ نے صحیح سند کے ساتھ سیدنا ابورافع رضی اللہ عنہ سے یوں بیان فرمایا ہے:

((أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا عَلَى الصَّدَقَةِ مِنْ بَنِي مَخْزُوْمٍ، فَقَالَ لِأَبِيْ رَافِعٍ: اصْحَبْنِي فَإِنَّكَ تُصِيْبُ مِنْهَا، قَالَ: حَتَّى اٰتِيَ النَّبِيَّ ﷺ فَأَسْأَلَهُ، فَأَتَاهُ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ، وَإِنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ)) [2]

''نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی کو بنو مخزوم کے صدقات جمع کرنے کے لیے مقرر فرمایا، وہ شخص سیدنا ابورافع سے کہنے لگا: تم بھی میرے ساتھ چلو، تمہیں بھی کچھ حصہ ملے گا، ابورافع نے کہا: میں پہلے رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لوں۔ وہ آپ کے پاس آئے اور پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''کسی قوم کا غلام بھی انہی میں سے شمار ہوتا ہے اور ہمارے لیے صدقہ جائز نہیں۔''

…………*

[1] جلاء الافهام ص: ٣٣١ تا ٣٣٣.

[2] سنن أبي داود، الزكاة، باب الصدقة على بني هاشم، ح: ١٦٥٠، وجامع الترمذي، الزكاة، باب ما جاء في كراهية الصدقة للنبي ﷺ ……ح: ٦٥٧

دوسری فصل:

اہل بیت اور اہل سنت والجماعت کا اجمالی عقیدہ

تمام اعتقادی مسائل میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ افراط وتفریط سے پاک ہوتا ہے۔ اس میں کوئی زیادتی ہوتی ہے نہ کمی۔ اہل بیت کے بارے میں بھی ان کا عقیدہ صاف ستھرا ہے۔ وہ جناب عبدالمطلب کی نسل میں سے ہر مسلمان مرد وعورت سے محبت رکھتے ہیں۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ کی تمام ازواج مطہرات سے بھی عقیدت رکھتے ہیں۔ اہل سنت تمام اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں، سب کی تعریف کرتے ہیں اور ان کو اسی مرتبہ پر رکھتے ہیں جس کے وہ مستحق ہیں۔ اس میں عدل وانصاف کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ ذاتی جذبات اور تحفظات کی طرف دھیان نہیں دیتے، بلکہ وہ اس شخص کی فضیلت کا اعتراف کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے نسب کی فضیلت کے ساتھ ساتھ ایمان کی فضیلت سے بھی بہرہ ور فرمایا ہے، لہٰذا اہل بیت میں سے جس شخص کو رسول اللہ ﷺ کی صحبت کا شرف حاصل ہے وہ اس سے اس کے ایمان وتقویٰ کی بنا پر اس کے صحابی ہونے کی بنا پر اور نبی کریم ﷺ سے قرابت کی بنا پر محبت کرتے ہیں اور اہل بیت میں سے جس شخص کو صحبت کا شرف حاصل نہیں وہ اس سے اس کے ایمان وتقویٰ وجہ سے اور رسول اللہ ﷺ سے قرابت کے سبب سے محبت کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ نسب ایمان کے تابع ہے اور اہل بیت میں سے جسے اللہ تعالیٰ نے دونوں شرف عطا فرمائے ہیں اسے دونوں فضیلتیں حاصل ہیں۔ لیکن جسے ایمان کی توفیق نہ ملی اسے نسب کی فضیلت کا کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات: ۱۳/۴۹)

''تم میں سے زیادہ معزز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ایک لمبی حدیث میں فرمایا ہے۔ جسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

((وَمَنْ بَطَّأَ بِهِ عَمَلُهُ لَمْ يُسْرِعْ بِهِ نَسَبُهُ)) [1]

''جس شخص کے عمل سست ہوں اس کا نسب اسے آگے نہیں بڑھا سکتا۔''

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ اپنی کتاب ''جامع العلوم والحکم'' میں اس حدیث مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ درحقیقت عمل ہی انسان کے درجات آخرت میں بلند کرتا ہے۔'' جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا﴾ (الانعام: ١٣٢)

''ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق درجات ملیں گے۔''

لہٰذا جس شخص کے اعمال اسے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند درجات تک پہنچانے سے قاصر ہوں اس کا نسب اسے ان درجات تک نہیں پہنچا سکے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جزا اعمال کے مطابق رکھی ہے نہ کہ نسب کے مطابق، جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَلَاۤ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ﴾

(المؤمنون: ٢٣/ ١٠١)

''جب صور پھونکا جائے گا تو لوگوں میں کوئی رشتہ باقی رہے گا نہ وہ ایک دوسرے سے کچھ مانگیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ وہ نیک اعمال کی بدولت اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت حاصل کریں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ o الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ الْكٰظِمِيْنَ

---

[1] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل الإجماع على تلاوة القرآن...... ح: ٢٦٩٩.

الْغَيْظَ﴾ (آل عمران ۳/ : ۱۳۳، ۱۳۴)

''اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کے حصول کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھو جس کی چوڑائی آسمان وزمین کے برابر ہے۔ وہ جنت ان نیک لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو خوشحالی اور تنگی ہر حال میں خرچ کرتے ہیں اور اپنے غصے کو پی جاتے ہیں۔''

نیز فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُوْنَ o وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ o وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ o وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَا آتَوا وَقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رَاجِعُوْنَ o اُوْلٰٓئِكَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُوْن﴾

(المؤمنون : ۲۳/ ۵۷تا ۶۱)

''بلاشبہ جو لوگ اپنے رب کے ڈر سے ہمیشہ سہمے رہتے ہیں اور اپنے رب کی آیات پر مضبوط ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب کریم کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتے اور بہترین اعمال کرنے کے باوجود دل میں ڈرتے رہتے ہیں کہ آخر انہیں اپنے رب کے ہاں حاضر ہونا ہے، یہ لوگ نیکیوں میں لگے رہتے ہیں اور سب سے آگے نکل جاتے ہیں۔''

پھر ابن رجب نے بہت سی ایسی آیات واحادیث نقل فرمائی ہیں جو نیک اعمال کی طرف ابھارتی ہیں اور یہ بتایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت بھی تقویٰ اور نیک عمل ہی سے حاصل ہوسکتی ہے۔ پھر آخر میں انہوں نے سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی صحیحین میں مروی یہ حدیث ذکر فرمائی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((أَلا إِنَّ آلَ أَبِـي يَـعْنِيفُلانًا ، لَيْسُوا لِي بِأَوْلِيَاءَ ، وَإِنَّمَا وَلِيِّيَاللّٰهُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ)) ❶

''فلاں قبیلے کے لوگ میرے ساتھی نہیں۔ میرا ساتھی تو اللہ تعالیٰ ہے اور نیک مومن ہیں۔''

اس فرمان نبوی سے آپ ﷺ کا اشارہ اس جانب ہے کہ آپ کی محبت بھی قریبی نسب وخاندان کی بنا پر حاصل نہیں ہوتی بلکہ ایمان اور عمل صالح ہی کی بنا پر حاصل ہو سکتی ہے۔ جو شخص ایمان وعمل میں کامل ہے وہ آپ کا زیادہ قریبی ہے خواہ اس کا نسب آپ سے ملتا ہو یا نہ ملتا ہو۔ آخر میں حافظ ابن رجب رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک شاعر نے اسی مفہوم کو یوں بیان کیا ہے:

لَـعَـمْـرُكَ مَـا الْـإِنْسَـانُ إِلَّا بِدِيْنِـهِ
فَلَا تَتْـرُكِ التَّـقْوَى اتِّكَالًا عَلَى النَّسَبِ
لَـقَـدْ رَفَـعَ الْـإِسْلَامُ سَلْمَـانَ فَـارِسٍ
وَقَـدْ وَضَـعَ الشِّـرْكُ النَّسِيْبَ أَبَا لَهَبٍ

''اللہ تعالیٰ تیری عمر دراز کرے انسان کا مرتبہ اس کے دین سے معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا تو نسب وخاندان پر اعتماد کرتے ہوئے نیکی وتقویٰ سے غافل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا درجہ بلند کر دیا مگر شرک کی بنا پر آپ کا ہم نسب ابولہب ذلیل ہو گیا۔'' ❷

............*

---

❶ صحيح البخاري، الأدب، باب تبل الرحم ببلالها، ح: ٥٩٩٠، وصحيح مسلم، الإيمان، باب موالاة المؤمنين ومقاطعة غيرهم......ح: ٢١٥ واللفظ له

❷ جامع العلوم والحكم: ٣٠٨/٢.

تیسری فصل:

قرآن میں اہل بیت کے فضائل

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنۡ یَّاۡتِ مِنۡکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفۡ لَہَا الۡعَذَابُ ضِعۡفَیۡنِ وَ کَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیۡرًا ۝ وَ مَنۡ یَّقۡنُتۡ مِنۡکُنَّ لِلّٰہِ وَ رَسُوۡلِہٖ وَ تَعۡمَلۡ صَالِحًا نُّؤۡتِہَاۤ اَجۡرَہَا مَرَّتَیۡنِ وَ اَعۡتَدۡنَا لَہَا رِزۡقًا کَرِیۡمًا ۝ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسۡتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیۡتُنَّ فَلَا تَخۡضَعۡنَ بِالۡقَوۡلِ فَیَطۡمَعَ الَّذِیۡ فِیۡ قَلۡبِہٖ مَرَضٌ وَّ قُلۡنَ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا ۝ وَ قَرۡنَ فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجۡنَ تَبَرُّجَ الۡجَاہِلِیَّۃِ الۡاُوۡلٰی وَ اَقِمۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتِیۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ اَطِعۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰہُ لِیُذۡہِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَہِّرَکُمۡ تَطۡہِیۡرًا ۝ وَاذۡکُرۡنَ مَا یُتۡلٰی فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ مَنۡ آیَاتِ لِلّٰہِ وَ الۡحِکۡمَۃِ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیۡفًا خَبِیۡرًا﴾ (الأحزاب: ۳۳/۳۰ تا ۳۴)

''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے: اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی زینت کی طلب گار ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ دے دلا کر اچھے طریقے سے فارغ کر دوں۔ لیکن اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور اُخروی زندگی کی طالب ہو تو (پھر مجھ سے کسی دنیوی چیز کا مطالبہ نہ کرنا کیونکہ) اللہ نے تم جیسی پاکباز عورتوں کے لیے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو واضح گناہ کا ارتکاب

کرے گی اسے دوگنا عذاب دیا جائے گا اور یہ بات اللہ کے لیے معمولی ہے۔ البتہ تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرماں بردار رہے گی اور نیک کام کرے گی ہم اسے ثواب بھی دگنا دیں گے اور ہم نے اس کے لیے بہترین رزق تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم متقی ہو تو (نامحرم لوگوں سے باتیں کرتے وقت) نرم آواز سے بات نہ کرو ورنہ بیمار دل والا طمع کرنے لگے گا۔ البتہ بات اچھی کرو اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور گزشتہ جاہلیت کی طرح اظہار زینت نہ کرو اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے نبی کے گھر والو! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی نامناسب چیز دور کر دے اور تم کو اچھی طرح پاک صاف کر دے اور جو قرآنی آیات اور حکمتیں تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں ان کی طرف دھیان رکھا کرو۔ بلاشبہ اللہ بہت باریک بین اور خبردار ہیں۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝﴾ (الأحزاب: ۳۳)

''اے نبی کے گھر والو! اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی نامناسب چیز دور کر دے اور تم کو اچھی طرح پاک صاف کر دے۔''

اہل بیت کی فضیلت پر بخوبی دلالت کر رہا ہے اور اہل بیت سے مراد آپ کے وہی رشتہ دار ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ ان میں آپ کی ازواج مطہرات اور اولاد خصوصی طور پر شامل ہیں۔ جیسا کہ پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔

نیز یہ آیات ازواجِ مطہرات کے کچھ دوسرے فضائل بھی ظاہر کرتی ہیں۔ مثلاً جب ان کو دنیا کی زیب و زینت اور اللہ و رسول اور آخرت میں سے ایک کو پسند کے لیے کہا گیا تو

انہوں نے بیک زبان اللہ و رسول اور آخرت کو پسند کیا اور پھر کبھی رسول اللہ ﷺ سے دنیا کی کوئی چیز نہیں مانگی اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اپنے اللہ سے راضی۔

ازواج مطہرات کی فضیلت پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی بخوبی دلالت کرتا ہے:

﴿وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ (الاحزاب: ٣٣/ ٦)

''نبی کی بیویاں امت کی مائیں ہیں۔''

اس آیت کی رُو سے انہیں تمام مومنوں کی مائیں قرار دیا گیا ہے۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان:

﴿قُلْ لَّآ اَسْاَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ (الشوری: ٤٢/ ٢٣)

''اے نبی کہہ دیجیے! میں تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا علاوہ اس کے کہ تم رشتہ داری کا لحاظ رکھو۔''

اس سے اہل بیت مراد نہیں، بلکہ اس سے قریش کے قبائل میں آپ کی رشتہ داری مراد ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن بشار نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی محمد بن جعفر نے، وہ کہتے ہیں کہ ہم سے شعبہ نے بیان کیا عبدالملک بن میسرہ سے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے طاؤس سے سنا وہ کہہ رہے تھے کہ:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ﴿اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾ کا مطلب پوچھا گیا: ان کے جواب دینے سے قبل سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس سے محمد ﷺ کے اہل بیت مراد ہیں۔'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((عَجِلْتَ، إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَكُنْ بَطْنٌ مِنْ قُرَيْشٍ إِلَّا كَانَ لَهُ فِيهِمْ قَرَابَةٌ، فَقَالَ: إِلَّا أَنْ تَصِلُوا مَا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنَ الْقَرَابَةِ))

''تم نے جلد بازی سے کام لیا، اس آیت کا مطلب یہ نہیں، اصل بات یہ ہے کہ قریش کا کوئی قبیلہ ایسا نہیں تھا جس سے نبی ﷺ کی رشتہ داری نہ ہو۔ مقصود یہ

ہے کہ تم ایمان نہیں لاتے تو کم از کم اس رشتہ داری کا تو لحاظ رکھو جو میرے تمہارے درمیان ہے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان مشرکین مکہ سے کہہ دیجیے کہ میں اس تبلیغ اور نصیحت کے صلے میں تم سے مال کا طلب گار نہیں، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تم کم از کم مجھے تکلیف نہ دو اور مجھے تبلیغ رسالت کا کام کھلے بندوں کرنے دو۔ اگر تم میری مدد نہیں کر سکتے تو کم از کم باہمی رشتہ داری کا لحاظ رکھتے ہوئے مجھے تکلیف بھی نہ دو۔''

اس کے بعد امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا اثر نقل کیا ہے۔

بعض گمراہ لوگوں نے اس آیت میں وارد لفظ ﴿الْقُرْبَى﴾ کا جو یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اس سے صرف فاطمہ اور علی رضی اللہ عنہما اور ان دونوں کی اولاد مراد ہے، تو یہ صحیح نہیں، کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور سیدہ علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی تو مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد ہوئی۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس آیت مبارکہ کا نزول مدینہ منورہ میں ماننا علمی طور پر بعید از عقل ہے کیونکہ یہ آیت یقیناً مکی ہے۔ اس وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اولاد کا تصور تک نہیں تھا، کیونکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ان کی شادی جنگ بدر کے بعد ۲ ہجری میں ہوئی۔ اس آیت کی تفسیر وہی ہے جو ترجمہ قرآن اور امت کے نابغہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمائی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے۔''

اس کے بعد ابن کثیر نے اہل بیت کی فضیلت پر دلالت کرنے والی بعض احادیث اور سیدنا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے مروی بعض آثار بھی ذکر کیے ہیں۔

............*

چوتھی فصل:

سنت مطہرہ سے اہل بیت کے فضائل کا بیان

صحیح مسلم میں سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا:

((اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ اِسْمٰعِيْلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِّنْ كِنَانَةَ، وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِى هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِى مِنْ بَنِى هَاشِمٍ)) [1]

''اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنو کنانہ کو منتخب فرمایا، پھر بنو کنانہ سے قریش کو چنا، پھر قریش سے بنو ہاشم کو ممتاز فرمایا اور بنو ہاشم میں سے مجھے پسند فرمایا۔''

صحیح مسلم میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

((خَرَجَ النَّبِىُّ ﷺ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِّنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ، فَجَآءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَاَدْخَلَهٗ، ثُمَّ جَآءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهٗ، ثُمَّ جَآءَ تْ فَاطِمَةُ فَاَدْخَلَهَا، ثُمَّ جَآءَ عَلِىٌّ فَاَدْخَلَهٗ، ثُمَّ قَالَ: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾)) [2]

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن تشریف فرما ہوئے۔ آپ پر کالے بالوں سے بنی ہوئی

---

[1] صحيح مسلم، الفضائل، باب فضل نسب النبي ﷺ......، ح: ٢٢٧٦

[2] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضائل أهل بيت النبي ﷺ، ح: ٢٤٢٤

ایک منقش چادر تھی۔ اتنے میں حسن بن علی رضی اللہ عنہما آ گئے تو آپ نے ان کو چادر میں داخل فرما لیا، کچھ دیر بعد حسین رضی اللہ عنہ بھی رونق افروز ہو گئے تو وہ بھی ان کے ساتھ چادر میں داخل ہو گئے۔ پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا پہنچ گئیں آپ نے ان کو بھی داخل فرما لیا۔ آخر میں علی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے آپ نے انہیں بھی داخل فرما لیا، پھر فرمایا: اے اہل بیت! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے پلید چیزوں کو دور کر دے اور تمہیں خوب پاک صاف کر دے۔''

صحیح مسلم میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یوں منقول ہے کہ جب یہ آیت اتری:

((﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَائَكُمْ﴾ دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا، فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَآءِ اَهْلِی)) [1]

''اے نبی کریم! فرما دیجیے: آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ...... تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی، سیدہ فاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔''

امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں یزید بن حیان سے باسند بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

''میں حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب ہم ان کے حضور بیٹھے تو حصین کہنے لگے: جناب زید! آپ کو بہت فضیلت حاصل ہے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے آپ کی باتوں کو سنا ہے، آپ کے ساتھ مل کر غزوہ کیا ہے، آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ غرض! آپ کو بہت سے فضائل حاصل ہوئے ہیں، تو جناب محترم! ہمیں چند باتیں بیان فرمائیں جو آپ نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے سنی ہوں۔'' وہ فرمانے لگے: ''بھتیجے! اللہ کی قسم!

---

[1] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضائل علي بن ابي طالب رضي الله عنه، ح: ٢٤٠٤

میری عمر بڑی ہوگئی ہے۔ آپ سے ملاقات کو عرصہ دراز ہوگیا ہے۔ ہوسکتا ہے آپ ﷺ سے سنی ہوئی بعض باتیں بھول بھی گئی ہوں۔ لہٰذا میں جو کچھ تمہیں بیان کروں اسے ہاتھوں ہاتھ لینا اور جو بیان نہ کرسکوں اس میں مجھے معذور سمجھنا۔'' پھر کہنے لگے: ''ایک دن رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان غدیر خم کے مقام پر خطاب فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد کچھ وعظ ونصیحت کی۔ پھر فرمایا:

((اَمَّا بَعْدُ: اَلا اَیُّهَا النَّاسُ! فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ یُوشِكُ اَنْ یَّاْتِیَ رَسُولُ رَبِّی فَاُجِیبَ، وَاَنَا تَارِكٌ فِیكُمْ ثَقَلَیْنِ: اَوَّلُهُمَا كِتَابُ اللّٰهِ فِیهِ الْهُدٰی وَالنُّورُ، فَخُذُوا بِكِتَابِ اللّٰهِ، وَاسْتَمْسِكُوا بِهٖ، فَحَثَّ عَلٰی كِتَابِ اللّٰهِ وَرَغَّبَ فِیهِ، ثُمَّ قَالَ: وَاَهْلُ بَیْتِی، اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِی اَهْلِ بَیْتِی، اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِی اَهْلِ بَیْتِی، اُذَكِّرُكُمُ اللّٰهَ فِی اَهْلِ بَیْتِی)) [1]

''اے لوگو! میں ایک انسان ہوں، بہت ممکن ہے کہ میرے رب تعالیٰ کی طرف سے بلانے والا میرے پاس آجائے اور میں لبیک کہہ دوں۔ میں تم میں دو اہم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان میں سے ایک تو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور روشنی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔'' پھر آپ نے لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف رغبت دلائی۔ پھر آپ نے فرمایا: ''دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا

[1] صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضائل علي رضي الله عنه، ح: ٢٤٠٨.

ہوں۔'' حصین نے ان سے پوچھا: ''جناب زید! نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی بیویاں اہل بیت سے نہیں؟ وہ کہنے لگے'' آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت تو ہیں مگر اصل اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔'' حصین نے کہا: ''وہ کون ہیں؟'' فرمایا: ''آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس ہیں۔'' حصین نے پوچھا: ''ان سب پر صدقہ حرام ہے؟ فرمایا: ''ہاں۔''

اور ایک روایت میں یوں ہے:

''ہم نے کہا: نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی بیویاں؟'' فرمایا: ''نہیں۔ اللہ کی قسم! عورت تو خاوند کے پاس کتنی دیر بھی رہے جب وہ اسے طلاق دے دیتا ہے تو وہ اپنے والد کے ہاں چلی جاتی ہے۔ اہل بیت تو آپ کا خاندان ہے یعنی وہ رشتہ دار جن پر صدقہ حرام ہے۔''

یہاں چند باتوں پر تنبیہ ضروری ہے:

۱: چادر اور مباہلہ والی روایات میں سیدنا علی، سیدہ فاطمہ اور حسنین رضی اللہ عنہم کا ذکر اس بات کی دلیل نہیں کہ صرف وہی اہل بیت ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب تو صرف اتنا ہے کہ یہ حضرات آپ کے خصوصی اہل بیت میں شامل ہیں اور وہ اس اعزاز کے بدرجہ اولیٰ مستحق ہیں۔ یہ بات پیچھے بھی بیان ہو چکی ہے۔

۲: سیدنا زید رضی اللہ عنہ کا آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس کو خصوصاً ذکر کرنا اس بات کا متقاضی نہیں کہ صرف انہی پر صدقہ حرام ہے بلکہ صدقہ تو جناب عبدالمطلب کی نسل میں سے ہر مسلمان مرد و عورت پر حرام ہے، جیسا کہ پیچھے صحیح مسلم میں عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر ہو چکی ہے، جس میں صراحت ہے کہ ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا خاندان بھی اس حکم میں داخل ہے۔

۳: قبل از کتاب وسنت سے دلائل ذکر ہو چکے ہیں کہ آپ کی ازواج مطہرات بھی اہل

بیت میں داخل ہیں اور ان پر بھی صدقہ حرام ہے۔ رہا سیدنا زید سے منقول پہلی روایت میں ازواج مطہرات کا اہل بیت سے ہونا اور دوسری روایت میں اس کی نفی کرنا، تو اس سلسلیمیں پہلی ہی روایت معتبر ہے۔ باقی رہی دوسری روایت جس میں اس بات کی نفی ہے، وہ غیر معتبر ہے اور اس میں جو دلیل ذکر کی گئی ہے وہ عام بیویوں کے بارے میں تو درست ہے مگر آپ کی ازواج مطہرات کے بارے میں صحیح نہیں، کیونکہ آپ کی ازواج مطہرات کا آپ سے تعلق نسبی تعلق جیسا ہے وہ کبھی ختم نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ دنیا میں بھی آپ کی بیویاں تھیں اور آخرت میں بھی آپ کی بیویاں ہوں گی۔ جیسا کہ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کے کلام سے اس کی وضاحت ذکر ہو چکی ہے۔

۴: اہل سنت والجماعت ہی وہ سعادت مند لوگ ہیں جنہوں نے اہل بیت کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں مذکور وصیت کو کما حقہ تسلیم کیا ہے، کیونکہ وہ سب اہل بیت سے محبت رکھتے ہیں، ان سب سے عقیدت رکھتے ہیں اور عدل وانصاف کو ملحوظ رکھتے ہوئے انہیں ان کے صحیح مراتب پر فائز کرتے ہیں۔ جبکہ ان کے مخالفین (روافض) کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا ہے: ''روافض تو اس وصیت سے بہت دور ہیں، وہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی نسل کے دشمن ہیں۔ بلکہ وہ اکثر اہل بیت کے خلاف ہیں اور ان کے خلاف کافروں تک کی مدد کرتے رہے ہیں۔'' [1]

شیخ البانی رحمہ اللہ نے ''سلسلة الأحاديث الصحيحة'' میں ایک حدیث بیان کی ہے:

((كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا سَبَبِى وَنَسَبِيْ)) [2]

---

[1] مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ : ٤١٩/٤.

[2] المعجم الكبير للطبراني، ح: ٢٦٣٣_٢٦٣٥ وسلسلة الأحاديث الصحيحة، ح : ٢٠٣٦.

''قیامت کے دن ہر واسطہ اور نسبی تعلق ختم ہو جائے گا، البتہ واسطہ اور نسبی تعلق قائم رہے گا۔''

اور اسے ابن عباس، حضرت عمر، ابن عمر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کیا ہے۔ نیز اس حدیث کی تخریج کے بعد یوں تبصرہ فرمایا ہے: ''مختصر بات یہ ہے کہ یہ حدیث کثرتِ اسانید کی بنا پر صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔''

بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ اسی حدیث کی وجہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما، جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی لختِ جگر تھیں، سے نکاح کی رغبت پیدا ہوئی۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں عبدالرزاق سے، انہوں نے معمر سے، انہوں نے ابن طاؤس سے، انہوں نے ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے اور انہوں نے ایک صحابی سے یہ روایت بیان فرمائی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوں درود پڑھا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَعَلَى أَزْوَاجِهِ وَذُرِيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ، وَعَلَى أَزْوَاجِهِ وَذُرِيَّتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ اِبْرَاهِيمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ)) [1]

''اے اللہ! محمد، آپ کے اہل بیت، آپ کی بیویوں اور آپ کی اولاد پر خصوصی رحمت نازل فرما، جیسی کہ تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی، بلاشبہ تو تعریف اور بزرگی والا ہے۔ نیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اہل بیت، آپ کی بیویوں اور آپ کی اولاد پر برکت نازل فرما، جیسی تو نے آل ابراہیم پر برکت نازل فرمائی، بلاشبہ تو تعریف اور بزرگی والا ہے۔''

---

[1] مسند احمد: ٥/٣٧٤.

طاؤس رحمہ اللہ کے بیٹے فرماتے ہیں:

''میرے والد محترم بھی ایسے ہی درود پڑھا کرتے تھے۔'' اس حدیث کے تمام راوی (سوائے) کتب ستہ کے راوی ہیں۔ علامہ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''اس روایت کو امام احمد اور امام طحاوی نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔''[1]

درود میں ازواج مطہرات اور کا ذکر صحیحین میں بھی سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اہل بیت مطہرات اور اولاد میں محدود ہیں۔ بلکہ اس سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ قطعاً اہل بیت ہیں۔ باقی رہا اس حدیث میں ازواج کا اہل بیت پر عطف تو یہ عام پر خاص کا عطف ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اہل بیت، ازواج اور ذریت والی حدیث جس کی سند میں مقال ہے۔ ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

''آپ نے اس حدیث میں ازواج، ذریت اور اہل بیت کو اکٹھا ذکر کر کے یہ صراحت فرما دی کہ ان کا اہل بیت سے ہونا قطعی ہے اور وہ اہل بیت سے خارج نہیں، بلکہ وہ اس فضیلت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ باقی رہا ان کا اہل بیت پر عطف تو یہ ان کی فضیلت وشرف کا خصوصی اظہار ہے، کیونکہ یہ کلام کا بلیغ انداز ہے کہ ایک نوع کے چند افراد کا خصوصی ذکر بھی کر دیا ہے تا کہ پتہ چل جائے کہ یہ افراد اس نوع میں بدرجہ اتم داخل ہیں۔ خاص کا عام پر عطف یا عام کا خاص پر عطف مشہور طریقہ ہے۔''[2]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِي لِآلِ مُحَمَّدٍ، إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ))[3]

''صدقہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مناسب نہیں، یہ تو لوگوں کی میل کچیل ہے۔''

---

[1] صفة صلاة النبي صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ١٦٥۔

[2] جلاء الأفهام، ص: ٣٣٨.

[3] صحيح مسلم من حديث عبد المطلب بن ربيعه، الزكاة، باب ترك آل النبي على الصدقة، ح: ١٠٧٢.

پانچویں فصل:

اہل بیت کا مقام صحابہ اور تابعین کی نظر میں

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں روایت بیان کی ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهِ لَقَرَابَةُ اللّٰهِ ﷺ أَحَبُّ إِلَیَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِی .)) ❶

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں سے حسن سلوک میرے نزدیک اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے زیادہ محبوب ہے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان بھی نقل کیا ہے:

((اُرْقُبُوْا مُحَمَّدًا ﷺ فِي أَهْلِ بَيْتِهِ .))❷

''محمد ﷺ کے اہل بیت کے بارے میں آپ کا لحاظ رکھو۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: ''آپ لوگوں سے خطاب فرما رہے ہیں اور انہیں نصیحت فرما رہے ہیں۔ مراقبہ کا معنی ہے کہ کسی چیز کا خیال رکھنا، پابندی کرنا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا لحاظ رکھتے ہوئے آپ کے اہل بیت کا احترام کرو،

---

❶ صحيح البخاري، فضائل اصحاب النبي ﷺ، باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ، ح: ٣٧١٢.

❷ صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ ......، ح: ٣٧١٣.

انہیں تکلیف نہ دو اور ان سے بدسلوکی نہ کرو۔''

صحیح بخاری میں سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((صَلَّى أَبُو بَكْرٍ رضي الله عنه الْعَصْرَ، ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِي، فَرَأَى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَحَمَلَهُ عَلَى عَاتِقِهِ، وَقَالَ بِأَبِي شَبِيهٌ بِالنَّبِيِّ لَا شَبِيهٌ بِعَلِيٍّ وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ)) ❶

''ایک دن سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھی، پھر پیدل چل پڑے۔ راستے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو ان کو اپنے کندھوں پر بٹھالیا اور فرمانے لگے: ''میرا باپ قربان! یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے ہیں، علی رضی اللہ عنہ سے نہیں، سیدنا علی یہ سنتے ہوئے ہنس رہے تھے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں ''بِـأَبِی'' سے مراد یہ ہے کہ میرا باپ اس پر فدا ہو جائے۔ اس حدیث سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور اہل بیت سے آپ کی گہری محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما:

امام بخاری رحمہ اللہ صحیح بخاری میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے یوں بیان فرماتے ہیں:

((أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضي الله عنه كَانَ إِذَا قَحِطُوا اسْتَسْقَى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ، فَقَالَ: اللَّهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صلى الله عليه وسلم فَتَسْقِينَا، وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ: فَيُسْقَوْنَ)) ❷

''جب قحط پڑ جاتا تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے بارش کی دعا

---

❶ صحيح البخاري، المناقب باب صفة النبي صلى الله عليه وسلم ......، ح: ٣٥٤٢.

❷ صحيح البخاري، الاستسقاء، باب سؤال الناس الإمام الاستسقاء إذا قحطوا، ح: ١٠١٠، ٣٧١٠.

کرواتے اور کہتے: ''اے اللہ! ہم نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ان کے ذریعے سے بارش کی دعا کروایا کرتے تھے، تو تو ہم پر بارش برسا دیا کرتا تھا۔ اب ہم نبی کریم ﷺ کے چچا کو واسطہ بنا رہے ہیں، ہم پر بارش برسا۔ راوی حدیث بیان فرماتے ہیں اور پھر واقعتاً بارش ہوئی۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ بنانا دراصل ان سے دعا کروانا ہے۔ جیسا کہ دوسری روایات میں صراحتاً ذکر ہے، جنہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری کتاب الاستسقاء میں اس حدیث کی شرح کے دوران لکھا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا دعا کے لیے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمانا رسول اللہ ﷺ سے ان کی رشتے داری کی وجہ سے تھا۔ تبھی تو دعا میں ان کا نام لینے کی بجائے ''نبی کریم کا چچا'' کہا اور یہ بات کسے معلوم نہیں کہ علی رضی اللہ عنہ عباس رضی اللہ عنہ سے بہر صورت افضل تھے۔ مگر اس کے باوجود ان سے دعا نہیں کروائی، کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ رشتہ میں رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب تھے، اگرچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کے قریبی رشتہ دار تھے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی وراثت تقسیم ہوتی تو سیدنا عباس رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ سے مقدم ہوتے، کیونکہ آپ کا فرمان ہے:

((اَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا ، فَمَا أَبْقَتِ الْفَرَائِضُ فَهُوَ لأَوْلَى رَجُلٍ ذَكَرٍ)) [1]

''وراثت سب سے پہلے ان لوگوں کو دو جن کے حصے مقرر ہیں۔ پھر جو بچ جائے وہ قریب ترین مرد کو دے دو۔''

صحیحین میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:

---

[1] صحیح البخاري، باب میراث الولد من أبیه وأمه، ح: ٦٧٣٢، وصحیح مسلم، الفرائض، باب الحقوا الفرائض بأهلها...... ح: ١٦١٥.

((أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنُوْ أَبِيْهِ)) [1]

''تمہیں معلوم نہیں کہ چچا باپ کے مرتبے میں ہوتا ہے۔''

تفسیر ابن کثیر میں سورۂ شوریٰ کی آیات کی تفسیر میں مرقوم ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((وَاللّٰهِ لإِسْلَامُكَ يَوْمَ أَسْلَمْتَ كَانَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ إِسْلَامِ الْخَطَّابِ لَوْ أَسْلَمَ، لِأَنَّ إِسْلَامَكَ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ مِنْ إِسْلَامِ الْخَطَّابِ)) [1]

''اللہ کی قسم! آپ کے اسلام لانے سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ اگر میرے والد خطاب مسلمان ہوجاتے تو مجھے اتنی خوشی نہ ہوتی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک آپ کا اسلام لانا خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ عزیز تھا۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''اقتضاء الصراط المستقیم'' میں مذکور ہے:

((إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ لَمَّا وَضَعَ دِيْوَانَ الْعَطَاءِ كَتَبَ النَّاسَ عَلَى قَدْرِ أَنْسَابِهِمْ، فَبَدَأَ بِأَقْرَبِهِمْ نَسَبًا إِلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَلَمَّا انْقَضَتِ الْعَرَبُ ذَكَرَ الْعَجَمَ، هٰكَذَا كَانَ الدِّيْوَانُ عَلَى عَهْدِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ، وَسَائِرِ الْخُلَفَاءِ مِنْ بَنِي أُمَيَّةَ وَوَلَدِ الْعَبَّاسِ إِلَى أَنْ تَغَيَّرَ الْأَمْرُ بَعْدَ ذٰلِكَ)) [2]

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جب وظائف کا رجسٹر تیار کیا تو لوگوں کے نام ان کے نسب کے لحاظ سے لکھے۔ سب سے پہلے ان حضرات کے نام لکھے جو رسول اللہ ﷺ سے قریبی رشتہ داری رکھتے تھے۔ جب عربوں کے نام لکھے جا چکے تو پھر عجمیوں

---

[1] صحيح مسلم، الزكاة، باب في تقديم الزكاة ومنعها، ح: ٩٨٣، ومسند أحمد: ٣٢٣/٢، واللفظ له.

[2] اقتضاء الصراط المستقيم مخالفة أصحاب الجحيم: ٤٤٦/١.

کے نام لکھے۔ خلفائے راشدین حتیٰ کہ خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنی عباس کے دور میں بھی یہی ترتیب برقرار رہی حتیٰ کہ یہ نظام ہی تلپٹ ہو گیا۔''

نیز فرماتے ہیں:

((وَانْظُرْ إِلَى عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ حِيْنَ وَضَعَ الدِّيْوَانَ، وَقَالُوْا لَهُ: يَبْدَأُ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِيْنَ بِنَفْسِهِ، فَقَالَ: لَا وَلٰكِنْ ضَعُوا عُمَرَ حَيْثُ وَضَعَهُ اللّٰهُ تَعَالَى، فَبَدَأَ بِأَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ مَنْ يَلِيْهِمْ، حَتَّى جَاءَتْ نَوْبَتُهُ فِي بَنِي عَدِيٍّ، وَهُمْ مُتَأَخِّرُوْنَ عَنْ أَكْثَرِ بُطُوْنِ قُرَيْشٍ)) [1]

''ذرا دیکھو کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے وظائف کا رجسٹر تیار کیا تو لوگوں نے گزارش کی کہ امیر المومنین! سب سے پہلے آپ اپنا نام لکھیں۔ فرمانے لگے ''نہیں، عمر کو وہیں رہنے دو جہاں اسے اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔ پھر سب سے پہلے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے نام لکھے۔ پھر ان قبائل کے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلے سے قریب تھے۔ قریش کے اکثر قبائل لکھے جانے کے بعد آپ کے قبیلے بنوعدی کا نمبر آیا تو آپ نے اپنا نام ان میں لکھا۔''

فضائل اہل بیت میں یہ حدیث گزر چکی ہے:

((كُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا سَبَبِيْ وَنَسَبِيْ)) [2]

''قیامت کے دن ہر تعلق اور رشتہ ٹوٹ جائے گا، سوائے میرے رشتے اور تعلق کے۔''

اس حدیث ہی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مجبور کیا کہ وہ سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا سے

---

[1] اقتضاء الصراط المستقيم مخالفة أصحاب الجحيم : ١/٤٥٣.

[2] المعجم الكبير للطبراني، ح : ٢٦٣٣ـ٢٦٣٥، وسلسلة الأحاديث الصحيحة، ح : ٢٠٣٦.

نکاح کا پیغام بھیجیں۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کے تمام طرق ذکر کیے ہیں۔ [1]

یہ بات کسے معلوم نہیں کہ چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سسرالی رشتے کا شرف حاصل تھا۔ سیدہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بیٹیوں سیدہ عائشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہما کو آپ کی ازواج مطہرات میں سے ہونے کا شرف حاصل تھا، تو سیدنا عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کو آپ کے داماد ہونے کا شرف حاصل تھا۔ عثمان رضی اللہ عنہ تو دہرے داماد تھے کہ پہلے ان کی شادی آپ کی صاحبزادی رقیہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی اوران کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کوان کی بہن حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کا شرف حاصل ہوا۔ اسی بنا پران کو ذوالنورین کا لقب حاصل ہوا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھی آپ کی چھوٹی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا شرف حاصل ہوا۔ حافظ ذہبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں اور حافظ ابن حجر نے ''تہذیب التہذیب'' میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے حالات کے تحت لکھا ہے:

''اگر عباس رضی اللہ عنہ کبھی حضرت عمر یا عثمان رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرتے تو عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما اپنی سواری سے اتر پڑتے اور جب تک عباس رضی اللہ عنہ دور نہ چلے جاتے وہ اپنی سواری پر سوار نہیں ہوے تھے۔ یہ کیفیت تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے احترام کی۔'' [2]

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ:

طبقات ابن سعد میں باسند ذکر ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے سیدہ فاطمہ بنت علی بن ابی طالب رحمہا اللہ سے کہا: ''جناب علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی! اللہ کی قسم! روئے زمین پر کوئی خاندان تم سے بڑھ کر مجھے پیارا نہیں۔ بلکہ تم مجھے میرے اپنے خاندان سے بھی بڑھ کر

[1] سلسلة الأحاديث الصحيحة، ح: ٢٠٣٦.

[2] سير اعلام النبلاء ٩٣/٢.

محبوب ہو۔'' ❶

ابوبکر بن ابی شیبہ رحمہ اللہ:

علامہ مزی کی ''تہذیب الکمال'' میں سیدنا علی بن حسین زین العابدین رحمہ اللہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ابوبکر بن ابی شیبہ نے فرمایا کہ ''دنیائے حدیث میں صحیح ترین سند زہری عن علی بن الحسین عن ابیہ عن علی رضی اللہ عنہ ہے۔'' ❷

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ:

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''عقیدۂ واسطیہ'' میں فرماتے ہیں:

''اہل سنت والجماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت سے حقیقی محبت اور عقیدت رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کی پابندی کرتے ہیں جو آپ نے ''غدیر خم'' کے مقام پر فرمائی تھی: ''اے لوگو! میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں۔''

نیز جب سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بعض قریشیوں کی بنو ہاشم کے ساتھ بدسلوکی اور بیزاری کی شکایت کی تو آپ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ، لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتَّى يُحِبُّوْكُمْ لِلّٰهِ وَلِقَرَابَتِيْ))

''قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے لوگ اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتے جب تک وہ اللہ تعالیٰ اور میری قرابت کا لحاظ رکھتے ہوئے تم سے سچی محبت نہ رکھیں۔''

((اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ اِسْمٰعِيْلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِّنْ كِنَانَةَ، وَاصْطَفٰى مِنْ

---

❶ طبقات ابن سعد: ٣٣٣/٤٥، ٣٨٧، ٣٨٨۔

❷ تہذیب التہذیب: ٢٦٩/٧.

قُرَيْش بَنِی هَاشِمٍ، وَاصْطَفَانِی مِنْ بَنِی هَاشِمٍ)) [1]

''اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو منتخب فرمایا، کنانہ میں سے قریش کو، قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔''

اہل سنت والجماعت امہات المومنین سے بھی گہری محبت اور عقیدت رکھتے ہیں۔ ان کا ایمان ہے کہ وہ آخرت میں بھی آپ کی بیویاں ہوں گی۔ خصوصاً سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا جو کہ آپ کی اکثر اولاد کی ماں سب سے پہلے آپ پر ایمان اور آپ کو بھرپور سہارا مہیا کیا۔ آپ کے نزدیک ان کو بلند مقام حاصل تھا۔ اسی طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔ جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَام)) [2]

''عائشہ کو دوسری عورتوں پر وہ فضیلت حاصل ہے جو ثرید کو دوسرے کھانوں پر ہے۔''

اہل سنت والجماعت رافضیوں کے طریقوں سے براءت اور لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں، بلکہ ان کے بارے میں بدزبانی بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح اہل سنت ناصبیوں سے بھی بری ہیں جو اپنے قول و فعل سے اہل بیت کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ [3]

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''وصیۃ کبریٰ'' میں فرماتے ہیں، جیسا کہ مجموع الفتاویٰ میں ہے:

''اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے ہم پر بہت سے حقوق ہیں، جن کی ادائیگی بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خمس [4] اور فے [5] میں ان کا حق رکھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ان کے لیے خصوصی رحمت کی دعا کا حکم دیا ہے۔

---

[1] صحيح مسلم، الفضائل، باب فضل نسب النبي ﷺ......، ح: ٢٢٧٦

[2] صحيح البخاري، فضائل اصحاب النبي ﷺ، باب فضل عائشة رضي الله عنها، ح: ٣٧٧٠

[3] شرح العقيدة الواسطية: ١٤٨ تا ١٥٢.

[4] جنگ سے حاصل ہونے والے مال کا غنیمت کا پانچواں حصہ

[5] میدان جنگ میں بغیر لڑائی کے حاصل ہونے والا مال۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم یوں کہا کرو:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيمَ، وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ)) [1]

''اے اللہ! محمد اور ان کی آل پر خصوصی رحمت فرما، جیسے تو نے ابراہیم کی آل پر رحمت نازل فرمائی۔ بلاشبہ تو تعریف اور بزرگی والا ہے۔ اے اللہ! محمد اور ان کی آل پر خصوصی برکت نازل فرما، جیسے تو نے ابراہیم کی آل پر برکت نازل فرمائی۔ بلاشبہ تو تعریف اور بزرگی والا ہے۔''

آل محمد ﷺ سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ اور بہت سے دوسرے علماء نے یہی فرمایا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لِآلِ مُحَمَّدٍ)) [2]

''صدقہ آل محمد کے لیے حرام ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مقدس میں فرمایا ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا﴾ (الاحزاب: ٣٣/٣٣)

''بلاشبہ اللہ چاہتا ہے کہ اہل بیت سے گندگی دور کر کے انہیں صاف ستھرا کر دے۔'' چونکہ صدقہ لوگوں کی میل کچیل ہے لہٰذا یہ ان پر حرام ہے۔ [3]

ایک اور جگہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] صحيح البخاري، الدعوات، باب الصلاة على النبي ﷺ ...، ح: ٦٣٥٧

[2] مسند أحمد: ٢/٢٧٩.

[3] مجموع الفتاویٰ لابن تیمیه: ٣/٤٠٧، ٤٠٨.

''اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت سے محبت اور عقیدت واجب ہے اور ان کے حق کا خیال رکھنا انتہائی ضروری ہے۔'' [1]

امام ابن قیم رحمہ اللہ:

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے تاویل فاسد کو قبول کرنے کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ''تیسرا سبب یہ ہے کہ تاویل کرنے والا اپنی تاویل کی نسبت کسی عظیم الشان اور مشہور عقل مند کی طرف کرے یا نبی کریم ﷺ کے اہل بیت میں سے کسی عظیم شخصیت کی طرف منسوب کرے یا کسی ایسے امام کا حوالہ دے جسے امت مسلمہ میں اہم مرتبہ حاصل ہو۔ تاکہ اس طریقے سے وہ اپنی بات کو جہلاء کے ہاں قابل قبول بنادے، کیونکہ لوگ عظیم الشان شخصیت کی بات کو بہت اہمیت دیتے ہیں حتیٰ کہ اس بات کو اللہ اور اس کی رسول کی بات پر بھی ترجیح دے دیتے ہیں اور یہ کہہ کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ یہ ائمہ اور اہل علم ہم سے زیادہ اللہ کو سمجھتے ہیں۔

اسی طریقے سے روافض، باطنیہ، اسماعیلی اور نصیری فرقوں نے اپنے باطل خیالات اور تاویلات کو رائج کرنے کے لیے ان کی نسبت اہل بیت ائمہ کی طرف کر کے اپنا مقصد حاصل کیا، کیونکہ وہ بخوبی جانتے تھے کہ تمام مسلمان اہل بیت کی محبت و تعظیم پر متفق ہیں۔

اس لیے ان گمراہ فرقوں نے اپنی نسبت ان کی طرف کر دی اور ان کی جھوٹی محبت اور احترام کا مظاہرہ کر کے سامعین کو اس دھوکے میں مبتلا کر دیا کہ یہ لوگ اہل بیت سے بڑی محبت کرنے والے ہیں۔ اس حیلے سے انہوں نے اپنے باطل نظریات لوگوں میں جاری وساری کر دیے۔

اللہ کی قسم! اس طریقے سے کتنی بے دینی، الحاد اور بدعتیں لوگوں میں رائج ہو گئیں، حالانکہ ان کا اہل بیت سے کوئی تعلق نہیں۔

اگر تم اس بات پر غور کرو گے تو حقیقت یہی معلوم ہوگی کہ اکثر مفکرین کے پاس اللہ کی طرف سے کوئی دلیل نہیں ہوتی سوائے لوگوں کے ساتھ حسن ظن کے، انبیاء علیہم السلام کے مخالفین

---

[1] مجموع الفتاوىٰ لابن تیمیه: ۲۸/۴۹۱.

کی بھی یہی حجت ہوتی تھی کہ یہ ہمارے آباء واجداد اور اسلاف کی مصدقہ باتیں ہیں۔ اسی طرح ہر مقلد، حق کی مخالفت میں یہی رویہ اختیار کرتا ہے۔ یہ کفار کی وراثت ہے جو قیامت تک حق کے مخالفین اختیار کرتے رہیں گے۔'' [1]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ:

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ سورۂ شوریٰ کی آیت ﴿إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ﴾ کی صحیح تفسیر بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''قربیٰ'' سے مراد قریش کے قبائل سے آپ کی رشتہ داری ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ اس کے بعد مزید وضاحت کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''ہم انکار نہیں کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت سے حسن سلوک کی وصیت فرمائی ہے اور ان کی عزت واحترام کا حکم دیا ہے کیونکہ وہ روئے زمین پر سب سے معظم خاندان کی پاک نسل ہیں۔ فخر اور حسب ونسب میں ان کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا، خصوصاً جبکہ وہ متبع سنت ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن اور واضح شریعت کے پیروکار رہوں، جیسا کہ ان سے سلف مثلاً حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل بیت اور ان کی نسل کے لوگ تھے، رضی اللہ عنہم اجمعین۔''

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اہل بیت کے شان ومرتبہ اور تعظیم کے بارے میں حضرت ابوبکر کے دو اثر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کا ایک اثر بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے:

''ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اس کا عقیدہ شیخین رضی اللہ عنہما جیسا ہو، یہی وجہ ہے کہ وہ انبیاء اور مرسلین کے بعد افضل ترین مومن تھے۔ اللہ ان سے اور سب صحابہ سے راضی ہو۔'' [2]

---

[1] مختصر الصواعق المرسلة: ١/ ٩٠.

[2] تفسیر ابن کثیر ٤/ ١٤٣، ١٤٤، سورة الشوری، آیت: ٢٣.

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "فتح الباری" میں ایک حدیث کے بارے میں فرمایا، جس کی سند یوں ہے:

((عَلِیُّ بْنُ حُسَیْنٍ عَنْ حُسَیْن بْنِ عَلِیٍّ عَنْ عَلِی بْنِ أَبِی طَالِبٍ رضی اللہ عنہم)) [1]

''باپ دادا سے روایت بیان کرنے والوں میں یہ سند صحیح ترین اور سب سے بلند مرتبہ ہے۔''

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ:

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی اولاد چھ بیٹے اور ایک بیٹی تھی، جن کے نام یہ ہیں: عبداللہ، علی حسن، حسین، ابراہیم، عبدالعزیز اور فاطمہ۔ یہ سب نام، سوائے عبدالعزیز کے اہل بیت کے نام ہیں۔ عبداللہ اور ابراہیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے تھے۔ باقی علی، فاطمہ، حسن اور حسین آپ کے داماد، بیٹی اور نواسوں کے نام ہیں...... رضی اللہ عنہم۔

شیخ محمد عبدالوہاب کا اپنے بچوں کے لیے ان ناموں کا انتخاب کرنا ان کی اہل بیت سے محبت اور عقیدت کا مظہر ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ یہ نام ان کے پوتوں اور نواسوں میں بار بار آتے ہیں۔

اس فصل کے اختتام پر یہ بتا دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بحمد اللہ کئی بیٹے بیٹیاں عطا فرمائے ہیں میں نے ان کے نام علی، حسن حسین، فاطمہ اور سات امہات المومنین کے اسمائے گرامی پر رکھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے کہ اس نے میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اور اہل بیت کی محبت بھر دی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نعمت کو قائم و دائم رکھے اور میرے دل

---

[1] فتح الباری: ۱۱/۳

اورزبان کوان میں سے کسی کے بارے میں بھی کینہ اور بدزبانی سے محفوظ رکھے۔

﴿رَبَّنَآ اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

(الحشر: ۱۰/۰۹)

''اے ہمارے رب! ہمیں بھی معاف فرما اور ہمارے ان مومن بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں کسی مومن کے بارے میں بغض اور کینہ نہ رکھنا، اے ہمارے رب! تو بہت شفیق اور مہربان ہے۔''

✻......✻......✻

چھٹی فصل:

اہل بیت صحابہ کے بارے میں بعض اہل علم کی ثنا خوانی

نبی کریم ﷺ کے چچا سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں:

((كَانَ مِنْ أَطْوَلِ الرِّجَالِ، وَأَحْسَنِهِمْ صُوْرَةً، وَأَبْهَاهُمْ، وَأَجْهَرِهِمْ صَوْتًا، مَعَ الْحِلْمِ الْوَافِرِ وَالسُّؤْدَدِ)) [1]

''آپ بلند ترین قد کاٹھ، انتہائی حسین شکل وصورت، پر رونق چہرہ اور انتہائی بلند آواز والے تھے۔اس کے ساتھ ساتھ وافر عقل، تحمل و بردباری اور سیادت کا مرقع تھے۔''

زبیر بن بکار فرماتے ہیں: سیدنا عباس رضی اللہ عنہ: ''بنو ہاشم کے بے کسوں کے لیے لباس، بھوکوں کے لیے بھرپور کھانا اور جاہلوں کے لیے علم وحکمت مہیا کرنے والے تھے۔ پڑوسی کی حفاظت کرتے۔ دوسرے کے لیے بے دریغ مال خرچ کرتے تھے اور ناگہانی آفات سے بچاؤ کے لیے ہر قسم کا تعاون فرماتے تھے۔'' [2]

نبی ﷺ کے ایک اور چچا سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ:

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

''سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے محترم چچا تھے۔ انہیں ''اللہ کا اور اس کے رسول کا شیر'' کہا جاتا تھا، ان کی کنیت ابوعمارہ اور ابویعلیٰ

---

[1] سير أعلام النبلاء: ٢/٧٩، ٨٠.
[2] الاستيعاب حاشية الاصابة: ١/٢٧١.

تھی۔'' ❶

اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

''سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے شیر، بہادر، اسد اللہ، ابوعمارہ، ابویعلی، قریشی، ہاشمی، مکی، مدنی، بدری، شہید اسلام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور آپ کے رضاعی بھائی تھے۔'' ❷

امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

امام مسلم رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں شریح بن ہانی سے باسند بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

((أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ، فَقَالَتْ: عَلَيْكَ بِابْنِ أَبِي طَالِبٍ فَسَلْهُ فَإِنَّهُ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ: جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ، وَيَوْمًا وَلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ)) ❸

''میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں موزوں پر مسح کے بارے میں پوچھنے کے لیے حاضر ہوا تو وہ فرمانے لگیں: ''علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو، کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں ہوتے تھے۔'' ہم نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کو تین دن اور تین رات اور مقیم کو ایک دن اور ایک رات موزوں پر مسح کرنے کی اجازت دی ہے۔''

ایک دوسری روایت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ یوں ہیں:

---

❶ الاستيعاب حاشية الاصابة: ۱/۲۷۱.

❷ سير أعلام النبلاء: ۱/۱۷۲.

❸ صحيح مسلم، الطهارة، باب التوقيت في المسح على الخفين، ح: ۲۷۶.

((ائْتِ عَلِيًّا فَإِنَّهُ أَعْلَمُ بِذٰلِكَ مِنِّيْ ، فَأَتَيْتُ عَلِيًّا ، فَذَكَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ)) [1]

''علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ، وہ اس مسئلے کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے نبی ﷺ سے مذکورہ بالا روایت بیان کی۔''

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل اور قاضی اسماعیل بن اسحاق رحمتہ اللہ علیہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کسی بھی صحابی کے فضائل میں اچھی سندوں والی اتنی روایات مروی نہیں جتنی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل میں مروی ہیں۔''

امام نسائی رحمہ اللہ سے بھی اسی قسم کے الفاظ منقول ہیں۔ [2]

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''حسن بصری رحمہ اللہ سے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمانے لگے: ''اللہ کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف مہلک تیر تھے، اس امت کے ربانی عالم تھے، صاحب فضیلت اور سابقین اولین میں شامل تھے، رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ دار تھے، اللہ تعالیٰ کے معاملے میں سستی کے قائل نہ تھے اور نہ اللہ کے دین میں کسی ملامت کی پروا کرنے والے تھے، اللہ کے مال میں خیانت کا تصور تک کرنے والے تھے، آپ نے اپنی تمام صلاحیتیں قرآن مجید کے لیے وقف کر رکھی تھیں اس لیے قرآن سے جی بھر کر فیض یاب تھے۔ او نادان! یہ شان ہے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی۔'' [3]

---

[1] صحيح مسلم، الطهارة، باب التوقيت في المسح على الخفين، ح: ٢٧٦.

[2] الاستيعاب حاشية الاصابة ٣/ ٥١.

[3] الاستيعاب حاشية الاصابة: ٣/ ٤٧.

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں، اصم نے عباس دوری سے بیان کیا ہے کہ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے افضل ترین افراد بالترتیب یہ ہیں: ابوبکر، عمر، عثمان اور پھر علی رضی اللہ عنہم ۔ یہ ہمارا اور ہمارے ائمہ کا مذہب ہے۔'' [1]

حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں، ابواحمد زبیری وغیرہ نے مالک بن مغول سے اورانہوں نے عقیل سے روایت کی ہے کہ شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''مجھے علقمہ کہنے لگے کہ جانتے ہو اس امت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کیا مثال ہے؟ میں نے کہا: ''آپ ہی فرمائیے۔'' فرمانے لگے: ''ان کی مثال عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی طرح ہے۔ کچھ لوگوں نے ان سے بے تکی محبت کی جس کی بنا پر وہ گمراہ ہوگئے اور کچھ لوگوں نے ان سے بلاوجہ بغض رکھا اور وہ بھی گمراہ ہوگئے۔'' [2]

علقمہ رحمہ اللہ کا اشارہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں اور یہودیوں کی طرف ہے اور علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روافض اور خوارج کی طرف ہے۔ علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ نے مزید فرمایا:

''اس بات پر اہل اسلام کا اجماع ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے، ہجرت کی، جنگ بدر اور صلح حدیبیہ میں حاضر تھے، بلکہ تمام معروف جنگوں میں شریک ہوئے اور بدر، احد، خندق اور خیبر میں عظیم کارنامے سرانجام دیئے اور اہل اسلام کو بہت فائدہ پہنچایا۔ نتیجتاً بہت بلند مقام حاصل کیا۔ بہت سی جنگوں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں رہا۔ جنگ

---

[1] الاستيعاب حاشية الاصابة: ٥٢/٣.

[2] الاستيعاب حاشية الاصابة: ٦٥/٣.

بدر میں بھی صحیح رائے کے مطابق جھنڈا انہی کے ہاتھ میں تھا۔ غزوۂ احد میں جب مسلمانوں کے علم بردار سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا علی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرما دیا۔'' [1]

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما علی رضی اللہ عنہ کا حد درجہ احترام کرتے تھے۔ ان کو بلکہ تمام بنو ہاشم کو وظائف وغیرہ میں دوسرے صحابہ سے بہت مقدم رکھتے تھے۔ رتبہ و احترام، محبت و عقیدت اور توصیف و تعظیم میں ان کو بلند مرتبہ جانتے تھے اور دوسرے صحابہ سے انہیں افضل سمجھتے تھے، کیونکہ ان کو فضیلت اللہ تعالیٰ نے عطا کی تھی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں سیدنا ابوبکر عمر رضی اللہ عنہما کی زبان سے کبھی کوئی بری بات نہیں سنی گئی، بلکہ بنو ہاشم میں سے کسی کے بارے میں بھی کوئی برا کلمہ کبھی ان کی زبان پر نہیں آیا تھا۔ اسی طرح یہ بات بھی قطعاً ثابت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی شیخین سے محبت و عقیدت رکھتے تھے۔ ان کی تعظیم کرتے تھے اور انہیں پوری امت میں سے افضل خیال کرتے تھے اور ان کے بارے میں کبھی کوئی برا کلمہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زبان پر نہیں آیا۔ نہ کبھی انہوں نے یہ کہا کہ میں شیخین سے بڑھ کر خلافت کا مستحق ہوں۔ جو شخص بھی تاریخی حقائق اور معتبر روایات سے واقفیت رکھتا ہے وہ اس بات سے بخوبی واقف ہے۔'' [2]

انہوں نے مزید فرمایا:

'' رہے علی رضی اللہ عنہ تو تمام اہل سنت ان سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں اور علانیہ طور پر انہیں خلفائے راشدین اور ہدایت یافتہ ائمہ میں سے شمار کرتے ہیں۔'' [3]

---

[1] الاستیعاب حاشیة الاصابة : ٣/٣٣.

[2] منهاج السنة النبوية : ١٧٨/٦.

[3] منهاج السنة النبوية : ١٨/٦.

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں:

''سیدنا علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ نسباً ہاشمی، لقب حیدر، کنیت ابوتراب اور ابوالحسنین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی، داماد اور سابقین اوّلین میں شامل تھے۔ محققین کی ایک جماعت نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لائے، عرب کے شاہ سوار اور عشرۂ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ رمضان المبارک سنہ ۴۰ھ میں فوت ہوئے تو اس وقت روئے زمین کے تمام انسانوں سے افضل تھے۔ اس پر اہل سنت کا اجماع ہے۔ راجح قول کے مطابق ان کی عمر تریسٹھ سال تھی۔''[1]

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد پندرہ بیٹے اور اٹھارہ بیٹیاں تھیں۔ علامہ عامری نے یہ بات اپنی کتاب ''اَلرِّيَاضُ الْمُسْتَطَابَةِ فِی جُمْلَةِ مَنْ رَوَى فِي الصَّحِيْحِيْنَ مِنَ الصَّحَابَةِ'' میں ذکر کی ہے اور اس میں انہوں نے سب کے نام ان کی ماؤں سمیت ذکر کیے ہیں۔ نیز لکھا ہے: ''علی رضی اللہ عنہ کی نسل سیدنا حسن، حسین، محمد، عمر اور عباس ہی سے پھیلی ہے۔''[2]

نواسۂ رسول سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما:

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر روایات ثابت ہیں کہ آپ نے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا:

((إِنَّ ابْـنِـي هَذَا سَيِّدٌ، وَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يُبْقِيَهُ حَتَّى يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ))

''میرا یہ بیٹا سردار ہے، مجھے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے توفیق عطا فرمائے

---

[1] تقريب التهذيب، ص: ٦٩٨.

[2] الرياض المستطابة: ص: ١٨٠.

گا کہ یہ امت مسلمہ کی دو عظیم جماعتوں میں صلح کروائے گا۔''

اس روایت کو صحابہ کرام کی کثیر جماعت نے بیان کیا ہے۔ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

((وَإِنَّهُ رَيْحَانَتِي مِنَ الدُّنْيَا))

''یہ تو دنیا میں میرا خوشبودار پھول ہے۔''

جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سردار کہیں اس سے بڑا سردار کون ہوسکتا ہے؟ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بڑے بردبار، پرہیزگار اور صاحب علم و فضل تھے۔ ان کے تقویٰ و علم نے انہیں مجبور کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار ہوتے ہوئے دنیا اور حکومت سے دست کش ہو جائیں۔ انہوں نے اس موقع پر فرمایا:

''اللہ کی قسم! جب سے مجھے اپنے نفع و نقصان کی چیزوں کا شعور ہوا ہے میں ہرگز یہ پسند نہیں کرتا کہ میں اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر حکومت کروں اور اس کے لیے ایک چلو بھی خون بہایا جائے۔''

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی جان بچانے کے لیے بھرپور سرگرمی دکھائی تھی۔''[1]

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی یوں مدح سرائی کی ہے:

آپ ''امام، سردار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہکتے پھول، آپ کے نواسے، جوان جنتیوں کے سردار، ابو محمد، قرشی، ہاشمی، مدنی اور شہید فی سبیل اللہ ہیں۔''[2]

ایک اور مقام پر یوں رقم طراز ہیں:

''سیدنا حسن رضی اللہ عنہ امت مسلمہ کے امام، سردار، حسین و جمیل، عقلمند، سمجھدار، سخی،

---

[1] الاستیعاب حاشیة الاصابة: ۱/۳۶۹.

[2] سیر اعلام النبلاء: ۳/۳۴۵،۳۴۶.

تعریف سے بھرپور، نیک سیرت، دیندار، پرہیزگار، صاحب وجاہت اور بڑی شان والے تھے۔'' ❶

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان کے متعلق یوں تبصرہ فرمایا ہے:

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی بہت تکریم و تعظیم کیا کرتے تھے، حد درجہ احترام فرماتے تھے، بلکہ ان پر فدا و قربان ہوتے تھے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال تھا۔ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی حسن و حسین رضی اللہ عنہما کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے اور ان سے حد درجہ محبت فرماتے تھے۔ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں محصور تھے اس وقت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ تلوار لٹکائے ان کے پاس موجود تھے، وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دفاع کے سلسلے میں لڑنا چاہتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خدشہ ہوا کہ کہیں ان کو کوئی گزند نہ پہنچ جائے، اس لیے انہیں اللہ کا واسطہ دے کر گھر بھیج دیا تاکہ وہ محفوظ رہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کوئی پریشانی نہ ہو۔'' ❷

نواسۂ رسول سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما:

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے آپ کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

''حسین رضی اللہ عنہ صاحبِ علم و فضل، دین دار، بکثرت روزے رکھنے والے، نوافل کے شائق اور حج کے دلدادہ تھے۔'' ❸

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ یوں رقمطراز ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اس دن (یوم عاشوراء) سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو شہادت سے سرفراز فرمایا اور ان کے قاتلین کو یا قتل پر مدد کرنے والے اور قتل سے خوش ہونے والے لوگوں کو رسوا فرمایا۔

یہ شہادت ان کے خاندان میں کوئی نئی بات نہ تھی، پہلے شہداء ان کے لیے بہترین

❶ سیر اعلام النبلاء: ٢٥٣/٣. ❷ البداية والنهاية: ١٩٢/١١، ١٩٣.
❸ الاستيعاب حاشية الاصابة: ٣٧٧/١.

نمونہ تھے۔ پھر وہ خود اور ان کے بڑے بھائی نوجوان جنتیوں کے سردار ہیں۔ انہیں اسلام کے عزوشرف میں تربیت کا اعزاز حاصل تھا۔ انہیں ہجرت اور جہاد کا اور اللہ کی راہ میں صبر کا وہ موقع نہ مل سکا تھا جو دیگر اہل بیت کو ملا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رفع درجات اور عزت وشرف کی تکمیل کے لیے انہیں شہادت کا اعزاز نصیب فرمایا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی شہادت امت کے لیے ایک عظیم صدمہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مصیبت کے وقت مندرجہ ذیل ارشاد کے ذریعیا ناللہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے:

﴿وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ۝ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۝ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۝﴾ (البقرہ: ۲/ ۱۵۵ تا ۱۵۷)

’’(نبی کریم)! صبر کرنے والوں کو خوش خبری دیجیے کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں ’’ہم سب اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور اللہ ہی کی طرف جانے والے ہیں۔ انہی خوش نصیب لوگوں پر اللہ کی خصوصی رحمتیں اور مہربانیاں نازل ہوتی ہیں، دراصل یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔‘‘ [1]

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے آپ کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

’’سیدنا حسین رضی اللہ عنہ صاحب عزت شرف و کمال امام، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے، دنیا میں آپ کے مہکتے پھول اور عزیز از جان محبوب، ابوعبداللہ حسین بن امیر المومنین ابی الحسن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی، قریشی اور ہاشمی رضی اللہ عنہ تھے۔‘‘ [2]

---

[1] مجموع الفتاویٰ لابن تیمیه: ۴/ ۵۱۱.

[2] سیر اعلام النبلاء: ۳/ ۲۸۰.

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ان کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

''خلاصہ کلام یہ ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں زندگی گزارنے کا شرف حاصل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک وہ ہر دم آپ کے ساتھ رہے۔ آپ آخر دم تک ان سے راضی رہے، البتہ وہ چھوٹے تھے۔ پھر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی بہت تعظیم وتکریم فرماتے تھے۔ سیدنا عمرو عثمان رضی اللہ عنہما کا بھی یہی حال تھا۔ پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم کے ساتھ رہے اور ان سے روایات بیان کیں۔ سب جنگوں میں ان کے ساتھ رہے، جنگ جمل اور صفین کی لڑائیوں میں شریک تھے۔ وہ بڑی عظمت اور حیثیت کے مالک تھے۔'' [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں انہی سے نقل فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں:

((كَانَ عُمَرُ يُدْخِلُنِي مَعَ أَشْيَاخِ بَدْرٍ، فَكَأَنَّ بَعْضَهُمْ وَجَدَ فِي نَفْسِهِ، فَقَالَ: لِمَ تُدْخِلُ هَذَا مَعَنَا وَلَنَا أَبْنَاءٌ مِثْلُهُ؟ فَقَالَ عُمَرُ: إِنَّهُ مِنْ حَيْثُ قَدْ عَلِمْتُمْ، فَدَعَاهُ ذَاتَ يَوْمٍ فَأَدْخَلَهُ مَعَهُمْ، فَمَا رُئِيتُ أَنَّهُ دَعَانِي يَوْمَئِذٍ إِلَّا لِيُرِيَهُمْ، قَالَ: مَا تَقُولُونَ فِي قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أُمِرْنَا أَنْ نَحْمَدَ اللّٰهَ وَنَسْتَغْفِرَهُ إِذَا نُصِرْنَا وَفُتِحَ عَلَيْنَا، وَسَكَتَ بَعْضُهُمْ فَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا، فَقَالَ لِي: أَكَذَاكَ تَقُولُ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ؟ فَقُلْتُ: لَا، قَالَ فَمَا تَقُولُ؟ قُلْتُ: هُوَ أَجَلُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَعْلَمَهُ لَهُ، قَالَ: ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ﴾ وَذَلِكَ عَلَامَةُ أَجَلِكَ، ﴿فَسَبِّحْ

---

[1] البداية والنهاية : ١١/٤٦٧.

بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾ فَقَالَ عُمَرُ: مَا أَعْلَمُ مِنْهَا إِلَّا مَا تَقُولُ)) [1]

''سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجھے بدر میں شریک ہونے والے بزرگوں کے برابر بٹھایا کرتے تھے۔ایک دفعہ کسی بزرگ کو محسوس ہوا وہ کہنے لگے: ''حضرت! آپ اس نوجوان کو ہمارے ساتھ کیوں بٹھاتے ہیں جبکہ اس جیسے تو ہمارے بیٹے بھی ہیں؟'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمھیں اس کا شرف بخوبی معلوم ہے۔'' ایک دن آپ نے پھر مجھے ان کی مجلس میں بلایا، میرا اندازہ ہے کہ اس دن آپ نے میری فضیلت دکھانے کے لیے ہی بلایا تھا۔عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ''بتائیے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ﴾ کا مقصد کیا تھا؟'' کسی نے کہا: ''ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب ہمیں فتح و مدد حاصل ہو تو ہم حمد و استغفار کریں۔'' کئی چپ رہے اور کچھ بھی نہ کہا۔آپ مجھے فرمانے لگے: ''ابن عباس! تم بھی یہی کچھ کہتے ہو؟'' میں نے گزارش کی ''نہیں'' فرمایا: ''تم کیا کہتے ہو؟'' میں نے کہا: ''اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی طرف اشارہ ہے کہ اب عمومی فتح حاصل ہو چکی ہے، لوگ بن بلائے اسلام قبول کر رہے ہیں، گویا آپ کی تشریف آوری کا مقصد پورا ہو چکا ہے۔اب تیاری فرمائیے اور اللہ کو یاد کیجیے۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''میں بھی اس کا یہی مطلب سمجھتا ہوں۔''

طبقات ابن سعد میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

''میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر کوئی حاضر دماغ، عقل مند، صاحب علم و فہم اور متحمل مزاج نہیں دیکھا۔ واللہ! میں نے بارہا دیکھا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جیسے

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: فسبح بحمد ربك واستغفره......ح: ٤٩٧٠.

مشکل معاملات میں انہی کو بلایا کرتے تھے۔'' [1]

سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی علم وفہم اور ذہانت عطا کیے گئے تھے۔ میں نے نہیں دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کسی کو ابن عباس رضی اللہ عنہما پر ترجیح دی ہو۔''

نیز اسی مقام پر سیدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں لکھا ہے:

''جب انہیں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی وفات کی اطلاع دی گئی تو افسوس سے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر فرمانے لگے: ''اوہو! سب لوگوں سے بڑا عالم اور سب لوگوں سے بڑا عقل مند فوت ہو گیا۔ اللہ کی قسم! ان کی وفات سے امت مسلمہ کو عظیم نقصان پہنچا ہے جو پورا نہ ہو سکے گا۔'' [2]

ابوبکر بن حزم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فوت ہوئے تو سیدنا رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

''آج وہ شخصیت اس جہان سے رخصت ہو گئی کہ مشرق ومغرب کے سب لوگ علم میں ان کے محتاج تھے۔'' [3]

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کی کتاب ''الاستیعاب'' میں مجاہد سے رحمہ اللہ منقول ہے:

''میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فتوے سے بہتر کوئی فتویٰ نہیں سنا، الا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہو۔'' اسی قسم کے الفاظ قاسم بن محمد سے بھی مروی ہیں۔ [4]

---

[1] الطبقات لابن سعد: ٢/٣٦٩.

[2] الطبقات لابن سعد ٢/٣٧٠.

[3] الطبقات لابن سعد: ٢/٣٧٢.

[4] الاستیعاب لابن عبد البر: ٢/٣٥٣.

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں صحیح سند سے منقول ہے کہ آپ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بزرگ صحابہ کے برابر بٹھایا کرتے تھے اور فرماتے ''عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قرآن مجید کے بہترین مفسر ہیں۔'' اور جب آپ ابن عباس کو آتا دیکھتے تو فرماتے:

''بزرگوں جیسا نوجوان آ گیا جسے اللہ تعالیٰ نے تحقیق کرنے والی زبان اور فہم و فراست والا دل عطا فرمایا ہے۔'' [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

صحیح بخاری میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کا ذکر یوں ہے:

((وَكَانَ أَخْيَرَ النَّاسِ لِلْمِسْكِينِ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ ، كَانَ يَنْقَلِبُ بِنَا فَيُطْعِمُنَا مَا كَانَ فِي بَيْتِهِ ، حَتَّى إِنْ كَانَ لَيُخْرِجُ إِلَيْنَا الْعُكَّةَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ فَنَشُقُّهَا ، فَنَلْعَقُ مَا فِيهَا)) [2]

''مساکین کے لیے سب سے بہتر شخص جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ ہمیں گھر لے جاتے اور جو کچھ میسر ہوتا ہمیں کھلاتے حتیٰ کہ کبھی گھی کی تھیلی اٹھا لاتے، اگر اس میں زیادہ گھی نہ ہوتا تو تھیلی پھاڑ دیتے اور ہم تھیلی سے گھی چاٹ لیتے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''عکرمہ کے واسطے سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ایک روایت، جسے امام ترمذی اور امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے، کے مطلق الفاظ بھی مندرجہ بالا روایات پر محمول ہوں گے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((مَا احْتَذَى النِّعَالَ ، وَلَا انْتَعَلَ ، وَلَا رَكِبَ الْمَطَايَا وَلَا رَكِبَ

---

[1] البداية والنهاية : ۱۲/۸۸.

[2] صحيح البخاري، فضائل اصحاب النبي ﷺ، باب مناقب جعفر بن أبي طالب الهاشمي رضي الله عنه، ح: ۳۷۰۸.

الْكُورَ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَفْضَلُ مِنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِی طَالِبٍ)) ❶

''رسول اللہ کے بعد جعفر رضی اللہ عنہ سے افضل کوئی شخص جوتی پہن کر چلا، نہ سواری پر سوار ہوا اور نہ اونٹ کی کاٹھی پر چڑھا۔'' (یعنی سخاوت اور مسکین سے محبت میں کوئی شخص ان سے افضل نہ تھا، یہ نہیں کہ سیدنا جعفر مطلقاً سب صحابہ سے افضل تھے)''

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

''مسلمانوں کے سردار، شہید اسلام، مجاہدین کے سالار، ابوعبد اللہ، رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی، ابن عبد مناف بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی، ہاشمی، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی، جو ان سے دس سال بڑے تھے، انہوں نے دو ہجرتیں فرمائیں۔ حبشہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو مسلمانوں کو خیبر کے مقام پر ملے جبکہ خیبر فتح ہو چکا تھا۔ آپ مدینہ منورہ میں چند ماہ ٹھہرے پھر رسول اللہ ﷺ نے انہیں غزوۂ موتہ میں امیر لشکر مقرر فرما دیا۔ پس یہ اسی غزوہ ہی میں شہید ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے مدینہ منورہ آنے سے بہت خوش ہوئے تھے۔ ان کی وفات سے آپ غمگین بھی بہت ہوئے۔'' ❷

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب ''تقریب التہذیب'' میں ان کا تذکرہ یوں مرقوم ہے:

''جعفر بن ابی طالب ہاشمی، ابوالمساکین، ذوالجناحین، عظیم الشان صحابی، رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی، ۸ ہجری میں غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے، ان کا ذکر صحیح بخاری و مسلم میں موجود ہے، اگرچہ ان سے کوئی روایت مروی نہیں ہے۔'' ❸

---

❶ جامع الترمذي، المناقب، باب قول أبي هريرة ما احتذى النعال......: ح، ٣٧٦٤.

❷ سير اعلام النبلاء: ٢٠٦/١.

❸ تقريب التهذيب، ص: ١٩٩۔

آپ کو ''ذوالجناحین'' کہا جاتا ہے کیونکہ جب غزوۂ موتہ میں ان کے دونوں ہاتھ کاٹ دیے گئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کے بدلے میں دو پر عطا فرمائے، جن کے ذریعے وہ فرشتوں کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں۔ صحیح بخاری میں شعبی رحمہ اللہ سے باسند منقول ہے:

((أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رضي الله عنهما كَانَ إِذَا سَلَّمَ عَلَى ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ)) [1]

''سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما جب سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو سلام کہتے تو فرماتے: ''ذوالجناحین (دو پروں والے) کے بیٹے! تجھ پر سلام۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

''سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس طرز تخاطب میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

((هَنِيئًا لَكَ، أَبُوكَ يَطِيرُ مَعَ الْمَلَائِكَةِ فِي السَّمَاءِ)) [2]

''تجھے مبارک ہو! تیرا باپ آسمانوں میں فرشتوں کے ساتھ اڑتا پھرتا ہے۔''

یہ حدیث طبرانی میں حسن سند کے ساتھ مذکور ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس مفہوم میں حضرت ابو ہریرہ، سیدنا علی اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بھی روایات ذکر کی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ یہ ہیں:

((إِنَّ جَعْفَرَ يَطِيرُ مَعَ جِبْرِيلَ وَمِيكَائِيلَ، لَهُ جَنَاحَانِ عَوَّضَهُ اللّٰهُ مِنْ يَدَيْهِ)) [3]

''سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ جبریل اور میکائیل علیہما السلام کے ساتھ اڑتے پھرتے ہیں۔ اللہ

---

[1] صحيح البخاري، فضائل اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب مناقب جعفر بن أبي طالب الهاشمي رضي الله عنه، ح: ٣٧٠٩.

[2] فتح الباري ٧/٩٨.

[3] فتح الباري ٧/٩٨.

تعالیٰ نے انہیں ان کے ہاتھوں کے عوض دو پر عطا کیے ہیں۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس حدیث کی سند اچھی ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد کے بیٹے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما:

صحیح مسلم میں عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے:

((كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ تُلُقِّىَ بِصِبْيَانِ اَهْلِ بَيْتِهٖ، قَالَ: وَاِنَّهٗ قَدِمَ مِنْ سَفَرٍ فَسُبِقَ بِى اِلَيْهِ، فَحَمَلَنِى بَيْنَ يَدَيْهِ، ثُمَّ جِىءَ بِاَحَدِ ابْنَىْ فَاطِمَةَ، فَاَرْدَفَهٗ خَلْفَهٗ، قَالَ: فَاُدْخِلْنَا الْمَدِينَةَ ثَلَاثَةً عَلٰى دَابَّةٍ)) [1]

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو آپ کے استقبال کے لیے آپ کے اہل بیت کے بچوں کو لے جایا جاتا۔ ایک دفعہ آپ سفر سے واپس تشریف لائے تو مجھے آپ کے پاس پہلے لے جایا گیا، آپ نے مجھے سواری پر اپنے آگے بٹھالیا، پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹوں (حسنین) میں سے کسی ایک کو لایا گیا، تو آپ نے اسے پیچھے بٹھالیا۔ ہم تینوں اسی طرح ایک ہی سواری پر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔''

علامہ ذہبی رحمہ اللہ ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سردار، عالم، ابوجعفر، قریشی، ہاشمی، پیدائش حبشہ میں ہوئی، پھر مدینہ منورہ میں رہنے لگے، دو پروں والے سخی باپ کے سخی بیٹے، صحابی بھی تھے اور آپ نے چند روایات بھی بیان کی ہیں۔ ان کا شمار صغار صحابہ میں ہوتا ہے، ان کے والد غزوۂ موتہ میں شہید ہوگئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کفالت فرمائی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں پلے بڑھے۔''

---

[1] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عبد الله بن جعفر رضي الله عنهما، ح: ٢٤٢٨.

مزید فرماتے ہیں:

''وہ بڑے عظیم الشان، شریف النفس سخی اور امامت کے قابل تھے۔'' ❶

علامہ عامری ''الریاض المستطابہ'' میں ان کی کے متعلق فرماتے ہیں:

''ابان بن عثمان رحمہ اللہ نے ان کا جنازہ پڑھایا، کیونکہ وہ ان دنوں مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ ابان نے ان کے جنازے کو کندھا دے رکھا تھا، جبکہ آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی تھی۔ ساتھ ساتھ فرمارہے تھے: ''اللہ کی قسم! آپ سراپا خیر تھے، آپ میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ اللہ کی قسم! آپ شریف النفس، صاحب علم و فضل اور حسن سلوک کرنے والے تھے۔'' ❷

دیگر اہل بیت صحابہ:

جناب حارث بن عبدالمطلب کے چار بیٹے ابوسفیان، نوفل، ربیعہ اور عبیدہ۔

ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب کے بیٹے عبدالمطلب۔

نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کے دو بیٹے حارث اور مغیرہ۔

ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کے دو بیٹے جعفر اور عبداللہ۔

ابولہب عبدالعزی بن عبدالمطلب کے دو بیٹے معتب اور عتبہ۔

سیدنا عباس بن عبدالمطلب کے دو بیٹے فضل اور عبیداللہ...... رضی اللہ عنہم ......

............*

---

❶ سير اعلام النبلاء: ٣/٤٥٦.

❷ الرياض المستطابة، ص: ٢٠٥.

ساتویں فصل:

اہل بیت صحابیات کے بارے میں اہل علم کی مدح سرائی

رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ سَمْتًا وَدَلاًّ وَهَدْيًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ فِي قِيَامِهَا وَقُعُوْدِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ)) [1]

''میں نے اٹھنے بیٹھنے کے انداز اور طور طریقوں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشابہت رکھنے والا سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔''

ابو نعیم رحمہ اللہ نے ان کی یوں مدح فرمائی ہے:

''انتہائی عابدہ و زاہدہ، صاف دل خاتون، فاطمہ رضی اللہ عنہا پاکباز، سیدہ، رسول اللہ ﷺ کی لخت جگر جو آپ سے بہت مشابہت رکھتی تھیں، اولاد میں سب سے زیادہ آپ کے دل کے قریب اور آپ کی وفات کے بعد سب سے پہلے آپ کو جا ملنے والی، دنیا اور اس کی زینت سے دور اور دنیا کی پیچیدہ ارآفات اور خرابیوں سے بخوبی مطلع۔'' [2]

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے یوں مدح سرائی کی ہے:

---

[1] سنن أبي داود، الأدب، باب في القيام، ح: ٥٢١٧، وجامع الترمذي، المناقب، باب ما جاء في فضل فاطمة ابنت محمد ﷺ، رضي الله عنها، ح: ٣٨٧٢ واللفظ له.

[2] حلية الاولياء ٢/٣٩.

''اپنے زمانے میں تمام عورتوں کی سردار، نبی کریم ﷺ کی لخت جگر اور ذریعہ نسل، اپنے عظیم باپ کے مشابہ، سردار خلائق رسول اللہ ﷺ ابوالقاسم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف کی صاحبزادی، قریشیہ، ہاشمیہ، حسن وحسین کی والدہ۔ نبی کریم ﷺ ان سے شدید محبت رکھتے۔ ان کی خصوصی تکریم وتعظیم فرماتے اور ان کے ساتھ راز کی باتیں فرمایا کرتے تھے۔ ان کے فضائل بے شمار ہیں۔ وہ انتہائی صابرہ، دین دار، نیک نفس، صاحب عزت، عصمت مآب، قناعت پسند اور شکر گزار خاتون تھیں۔''[1]

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ''البدایۃ والنھایۃ'' میں یوں تذکرہ فرمایا ہے:

''ان کی کنیت ''ام ابیھا'' تھی۔ مشہور قول کے مطابق وہ نبی کریم ﷺ کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ آپ کی وفات کے وقت اولاد میں سے صرف وہی حیات تھیں اور انہیں اکیلے آپ ﷺ کی وفات کا صدمہ برداشت کرنا پڑا، تبھی انہیں عظیم اجر حاصل ہوا۔''[2]

ام المومنین سیدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

''مومنوں کی پہلی اور بڑی ماں، اپنے دور کی تمام عورتوں کی سردار، رسول اللہ ﷺ کی تمام اولاد (سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ) کی والدہ، جو سب سے پہلے آپ پر ایمان لائیں اور سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی اور آپ کا حوصلہ مضبوط کیا۔ ان کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔ ان کا شمار کامل عورتوں میں کیا گیا۔ انتہائی سمجھ دار، صاحب وجاہت، دیندار، عفت مآب، صاحب عزت و شرف اور جنتی خاتون۔ نبی اکرم ﷺ ان کی بہت تعریف فرماتے، تمام

---

[1] سیر اعلام النبلاء: ۲/۱۱۸، ۱۱۹.
[2] البدایة والنهایة : ۹/۴۸۵.

امہات المومنین پر ان کو فضیلت دینے اور ان کی تکریم فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے سب سے پہلے انہی سے شادی کی، اور ان کی زندگی میں کسی دوسری عورت سے شادی کی، نہ کوئی باندی رکھی۔ پھر ان سے آپ کے کئی بچے بھی پیدا ہوئے۔ ان کی وفات سے آپ کو بہت صدمہ ہوا کیونکہ وہ آپ کے لیے بہترین ساتھی ثابت ہوئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ انہیں جنت میں ایسے گھر کی خوشخبری دیں جو ایک موتی سے بنا ہوا ہوگا، اس میں شور سنائی دے گا نہ کوئی تکلیف اور بیماری رسائی پائے گی۔'' [1]

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں:

''سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ایک خصوصی امتیاز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کی زبانی انہیں سلام بھیجا تھا۔ اللہ گواہ ہے کہ یہ فضیلت ان کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔''

اس سے پہلے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ:

''اور ان کی ایک فضیلت یہ بھی ہے کہ وہ امت مسلمہ میں افضل ترین خاتون ہیں۔ البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی افضل ہیں؟''

علماء کے اس کی کے متعلق تین اقوال ہیں: تیسرا قول یہ ہے کہ اس میں توقف کیا جائے۔ میں نے اپنے استاذِ گرامی علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

''دونوں میں سے ہر ایک اپنی اپنی خصوصیت رکھتی ہیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمات اسلام کے ابتدائی دور سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیا کرتی تھیں، آپ کا حوصلہ بڑھاتی تھیں۔ آپ کو سکون بخشتی تھیں۔ آپ کی خاطر مال خرچ کرتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا نے اسلام کا ابتدائی دور پایا۔ اللہ تعالیٰ

---

[1] سیر اعلام النبلاء: ۲/۱۰۹، ۱۱۰.

اور جنابِ رسول اللہ ﷺ کی خاطر بہت تکلیفیں اٹھائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کو مدد و نصرت کی بہت ضرورت تھی۔ اس خدمت کو انہوں نے جس خوبی سے سرانجام دیا وہ کسی اور بیوی کو نصیب نہ ہو سکی۔ جبکہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمات کا تعلق اسلام کے آخری دور سے ہے۔ دین کی سمجھ اور امت تک اس کی تبلیغ کے سلسلے میں جو خدمات انہوں نے سرانجام دیں وہ کسی اور کو نصیب نہ ہوئیں۔ امت کو ان کے علم نے جو فائدہ پہنچایا اس کی نظیر ملنا ناممکن ہے۔'' ❶

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ ''سیر اعلام النبلاء'' میں ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ نے ان کے سوا کسی کنواری عورت سے شادی کی اور نہ کسی دوسری بیوی سے ان جیسی محبت کی۔ امت محمدیہ بلکہ سب عورتوں میں ان سے بڑھ کر کوئی عالم عورت پیدا نہیں ہوئی۔'' ❷

اسی کتاب میں حضرت علی بن اقمر سے منقول ہے:

''مسروق رحمہ اللہ جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی حدیث بیان کرتے تو یوں فرماتے: ''مجھے صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے محبوب کی سب سے محبوب بیوی تھیں، جن کی براءت سات آسمانوں کے اوپر سے نازل ہوئی۔ لہٰذا مجھے ان کی بات میں ذرہ بھر بھی شک نہیں۔'' ❸

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ان کی کچھ خصوصیات ذکر کی ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے:

''وہ رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ پیاری تھیں۔ آپ نے ان کے

❶ جلاء الافهام، ص : ٣٤٩.
❷ سير اعلام النبلاء: ٢/ ١٤٠.
❸ سير اعلام النبلاء: ٢/ ١٨١.

سوا کسی کنواری سے شادی نہیں کی۔ جب آپ ان کے لحاف میں ہوتے تھے تو اس وقت بھی آپ پر وحی آجایا کرتی تھی۔ جب بیویوں کو اختیار دینے والی آیت اتری تو آپ نے سب سے پہلے انہی کو سنائی اور ان کو اختیار دیا تو انہوں نے فوراً اللہ اور اس کے رسول کو اختیار کرنے کا اعلان کیا، پھر باقی ازواج مطہرات نے بھی انہی کے طریقہ پر عمل کیا۔ جب قصۂ افک میں ان پر الزام لگایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت کا نہ صرف اعلان فرمایا بلکہ ان کی پاکیزگی کے بارے میں وحی اتاری جو قیامت تک نمازوں اور مساجد میں پڑھی جاتی رہے گی، اللہ تعالیٰ نے اس بات کی گواہی دی کہ ان کا شمار پاکیزہ عورتوں میں ہوتا ہے اور ان کے لیے مغفرت اور رزق کریم کا وعدہ فرمایا۔ اس عظیم شان و مرتبہ کے باوجود کسر کرتے ہوئے فرماتی ہیں: ''میرے نزدیک میرا مرتبہ اس سے بہت کم ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں قرآن نازل فرمائے جو تا قیامت پڑھا جائے۔'' بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جب کسی دینی مسئلہ میں کوئی اشکال پیش آتا تو وہ آ کر ان سے پوچھتے اور اس مسئلہ میں شافی جواب حاصل کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں، ان کی باری کے دن ان کے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے اللہ کو پیارے ہوئے اور انہی کے گھر میں دفن ہوئے۔ فرشتے نے ان کی تصویر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شادی سے قبل ریشم کے کپڑے میں دکھائی تھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ اگر اس کا مطلب یہی ہے کہ یہ میری بیوی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کے اسباب پیدا فرما دیں گے۔ لوگ (صحابہ کرام) تحفے بھیجتے وقت اس انتظار میں رہتے کہ ان کی باری کا دن آئے تو بھیجیں، چنانچہ وہ آپ کی عزیز ترین بیوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آپ کو تحفہ بھیجتے۔'' [1]

[1] جلاء الافہام، ص: ۳۵۱-۳۵۵.

ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد یہ وہ پہلی خاتون ہیں جن سے آپ نے شادی فرمائی اور تقریباً تین سال وہ آپ کے گھر اکیلی رہیں، پھر آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔ یہ بہت بزرگ، عظیم الشان، سمجھدار، سردار قسم کی بڑے قد و کاٹھ اور بھاری جسامت والی خاتون تھیں۔ آخری دور میں انہی نے اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کردی تھی تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزید خوش ہوں۔'' [1]

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

''وہ بوڑھی ہوگئی تھیں اور آپ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا اس لیے انہوں نے اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کردی۔ یہ ان کی خصوصی فضیلت تھی کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب و محبت کی خاطر اپنی باری کے لیے آپ کی محبوب ترین بیوی کا انتخاب فرمایا اور آپ کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام بیویوں کے لیے باری مقرر فرماتے تھے، لیکن سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی باری، ان کی خوشی و رضا مندی سے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے مقرر فرماتے تھے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اسے اپنی خوش قسمتی تصور کرتی تھیں۔'' [2]

ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

''بلند مرتبہ عفت مآب خاتون، امیر المومنین ابو حفص عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی، جب پہلے خاوند خنیس بن حذافہ سہمی بدری رضی اللہ عنہ جو مہاجر بھی تھے

---

[1] سير اعلام النبلاء: ٢/٢٦٥،٢٦٦۔

[2] جلاء الافهام، ص: ٣٥٠.

کی وفات کے بعد عدت ختم ہوئی تو ۳ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''ازواج مطہرات میں سے صرف یہی خاتون میری ہم پلہ بنتی تھیں۔'' [1]

ام المومنین سیدہ ام سلمہ ہند بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ ان کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

''پاکباز، عصمت مآب سردار خاتون، اولین مہاجر عورتوں کی سرخیل، ان کا شمار فقہاء صحابیات میں ہوتا ہے۔'' [2]

جناب یحییٰ بن ابی بکر عامری یوں مدح سرا ہیں:

''یہ بہت صاحب علم و فضل اور متحمل مزاج خاتون تھیں۔ انہوں نے ہی صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کو بہترین مشورہ دیا تھا کہ آپ صحابہ سے کچھ نہ کہیں بلکہ اپنی حجامت بنوائیں اور قربانی کا جانور ذبح فرمائیں۔ صحابہ خود بخود عمل کریں گے اور پھر ایسا ہی ہوا۔ انہوں نے ہی جبریل علیہ السلام کو سیدنا دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں دیکھا تھا۔'' [3]

ام المومنین سیدہ زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ ان کے متعلق یوں رطب اللسان ہیں:

''انہیں ان کی کثرت سخاوت کی وجہ سے 'ام المساکین' کا لقب حاصل تھا۔'' [4]

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

1. سیر العلام النبلاء: ۲/۲۲۷.
2. سیر اعلام النبلاء: ۳/۲۰۱ تا ۲۰۳.
3. الریاض المستطابة، ص : ۳۲٤.
4. سیر اعلام النبلاء: ۲/۲۱۸.

''مساکین کو بکثرت کھانا کھلانے کی وجہ سے انہیں 'ام المساکین' کہا جاتا تھا۔ یہ آپ کے ہاں صرف دو تین ماہ زندہ رہیں پھر اللہ کو پیاری ہوگئیں۔'' ❶

ام المومنین سیدہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا:

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے نکاح کے لیے منتخب فرمایا اور یہ ان کے لیے بڑے فضل وشرف کی بات تھی۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہی وہ ام المومنین ہیں جن کی وجہ سے مسلمانوں نے ان کی قوم کے سو گھرانے، جو غلام بنا لیے گئے تھے، یہ کہہ کر آزاد کر دیے کہ یہ لوگ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ دار بن چکے ہیں۔ گویا یہ ام المومنین سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کی برکت تھی جو ان کی قوم کو حاصل ہوئی۔'' ❷

ام المومنین سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا:

جامع ترمذی میں صحیح سند کے ساتھ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

((إِنَّكِ لابْنَةُ نَبِيٍّ ، وَإِنَّ عَمَّكِ لَنَبِيٌّ ، وَإِنَّكَ لَتَحْتَ نَبِيٍّ)) ❸

''بلاشبہ تو ایک نبی کی نسل سے ہے۔ ایک نبی (موسیٰ علیہ السلام) تیرے چچا تھے اور تو ایک نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے نکاح میں ہے۔''

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا صاحب عز و شرف، انتہائی عاقل، حسب ونسب اور جمال و دین کی تمام صفات سے متصف تھیں۔'' ❹

---

❶ جلاء الافهام، ص: ٣٧٦.

❷ جلاء الافهام، ص: ٣٧٦، ٣٧٧.

❸ جامع الترمذي، المناقب، باب فضل أزواج النبي صلى الله عليه وسلم، ح: ٣٨٩٤.

❹ سير اعلام النبلاء: ٢/٢٣٢.

نیز فرماتے ہیں:

”صفیہ رضی اللہ عنہا تحمل و بردباری اور عزت و وقار کا مجسمہ تھیں۔“ [1]

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ان کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے شادی فرمائی جو موسیٰ علیہ السلام کے بھائی سیدنا ہارون بن عمران علیہ السلام کی نسل سے تھیں۔“

ابن قیم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

”ان کی خصوصی فضیلت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد فرمایا اور آزادی ہی کو ان کا مہر بنا دیا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”ان کی آزادی ہی کو ان کا مہر قرار دیا۔“ پھر یہ قیامت تک کے لیے سنت جاری ہوگئی کہ ہر شخص اپنی لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کرلے اور آزادی ہی کو مہر بنالے تو یہ نہ صرف جائز ہوگا بلکہ فضیلت کا کام ہوگا۔ جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے صراحت فرمائی ہے۔“ [1]

ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کو ”عزت و عفت مآب سیدہ خاتون“ کے الفاظ سے ملقب کیا ہے۔ [2]

”سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو خاص احترام و وقار حاصل تھا۔ خصوصاً ان کے بھائی معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں جن کو ان کی وجہ سے ”مومنوں کے ماموں“ کے معزز لقب سے پکارا جاتا تھا۔“ [3]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ”البدایۃ والنہایہ“ میں یوں مدح سرائی کی ہے:

---

[1] جلاء الافهام، ص : ٣٧٧.

[2] سير اعلام النبلاء: ٢/٢١٨.

[3] سير اعلام النبلاء: ٢/٢٢٢.

''وہ عظیم الشان امہات المومنین میں سے تھیں اور انتہائی عابدہ وزاہدہ خاتون تھیں۔'' ❶

ام المومنین سیدہ میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

''واللہ! وہ ہم سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔'' ❷

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''وہ سردار عورتوں میں سے تھیں۔'' ❸

ام المومنین سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا:

صحیح مسلم کی ایک طویل حدیث میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے:

((وَهِيَ الَّتِي كَانَتْ تُسَامِينِي مِنْهُنَّ فِي الْمَنْزِلَةِ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، وَلَمْ اَرَ امْرَاَةً قَطُّ خَيْرًا فِي الدِّينِ مِنْ زَيْنَبَ، وَاَتْقٰى لِلّٰهِ، وَاَصْدَقَ حَدِيثًا، وَاَوْصَلَ لِلرَّحِمِ، وَاَعْظَمَ صَدَقَةً، وَاَشَدَّ ابْتِذَالًا لِنَفْسِهَا فِي الْعَمَلِ الَّذِي تُصَدَّقُ بِهٖ وَتُقَرَّبُ بِهٖ اِلَى اللّٰهِ [تَعَالٰى]، مَا عَدَا سَوْرَةً مِنْ حِدَّةٍ كَانَتْ فِيهَا، تُسْرِعُ مِنْهَا الْفَيْئَةَ)) ❹

''ازواجِ مطہرات میں سے یہی وہ خاتون تھیں جو رسول اللہ ﷺ کے ہاں عزت ومنزلت میں میرے برابر ہوسکتی تھیں۔ دینی لحاظ سے میں نے کوئی عورت زینب رضی اللہ عنہا سے بہتر نہیں دیکھی۔ خشیت الٰہی، صدق مقال، صلہ رحمی، صدقہ و

---

❶ البداية والنهاية: ١٦٦/١١.

❷ سير اعلام النبلاء: ٢٤٤/٢.

❸ سير اعلام النبلاء: ٢٣٩/٢.

❹ صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب في فضائل عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها، ح: ٢٤٤٢.

سخاوت اور تقرب الی اللہ کی جدوجہد میں ان کی نظیر تلاش کرنا مشکل ہے۔ البتہ ان میں کچھ تلخی اور غصہ ضرور تھا جو جلد ہی فرو ہو جاتا تھا۔''

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے صریح قرآنی حکم کے ذریعے سے ان کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بغیر ولی اور گواہوں کے خود فرمایا۔ وہ اس بنا پر دوسری امہات المومنین پر فخر کیا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں: ''تمہاری شادی تمہارے گھر والوں نے کی جبکہ میری شادی اللہ تعالیٰ نے عرش پر کی۔'' یہ حدیث صحیح بخاری میں موجود ہے۔'' [1]

نیز فرماتے ہیں:

''دین داری، تقویٰ، سخاوت اور حسن سلوک کے لحاظ سے وہ سردار عورتوں میں سے تھیں۔''

مزید فرمایا:

''وہ انتہائی نیک نفس، کثرت سے روزے رکھنے والی، نماز کی شائق اور اعلیٰ اخلاق کی حامل خاتون تھیں۔ انہیں ''ام المساکین'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔'' [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ ان کا تعارف یوں پیش فرماتے ہیں:

''سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی، عبدالمطلب کی بیٹی، ہاشمیہ، سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ تھیں۔''

نیز فرماتے ہیں:

''صحیح بات یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیوں میں سے ان کے سوا کوئی مسلمان

---

[1] سیر اعلام النبلاء: ٢/٢١١.
[2] سیر اعلام النبلاء: ٢/٢١٧.

نہیں ہوئی۔ وہ اپنے بھائی سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر سخت غمگین ہوئیں، لیکن انہوں نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کے ثواب کی طلب گار رہیں۔ نیز وہ اوّلین مہاجر عورتوں میں شامل ہیں۔'' (1)

دیگر اہل بیت صحابیات:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں، زینب، رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن۔

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی دو بیٹیاں ام کلثوم اور زینب۔ یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے تھیں۔

امامہ بنت ابی العاص بن ربیع، ان کی والدہ حضرت زینب بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھیں۔ یہ آپ کی وہ نواسی ہیں جنہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نماز میں اٹھائے ہوئے ہوتے تھے۔

ام ہانی بنت ابی طالب بن عبدالمطلب۔

زبیر بن عبدالمطلب کی دو بیٹیاں ضباعۃ اور ام الحکم۔ ان دونوں کا ذکر ایک حدیث میں ہے جو سنن ابی داود میں ان ہی سے مروی ہے۔ (2) اور سیدہ ضباعۃ رضی اللہ عنہا وہی ہیں جن سے حج میں شرط لگانے والی روایت منقول ہے۔ آپ نے انہیں فرمایا تھا:

((قُولِي: فَإِنْ حَبَسَنِي حَابِسٌ فَمَحِلِّي حَيْثُ حَبَسْتَنِي)) (3)

''تو کہہ: اے اللہ! اگر مجھے کوئی رکاوٹ پیش آ گئی تو میں اسی جگہ حلال ہو جاؤں گی جہاں رکاوٹ پیش آئے گی۔''

سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی بیٹی امامہ۔

رضی اللہ عنہن وارضاهن۔

---

(1) سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۲۶۹، ۲۷۰.

(2) سنن ابی داود، حدیث: ۲۹۸۷.

(3) صحيح البخاري، النكاح، باب الأكفاء في الدين، ح: ۵۰۸۹.

آٹھویں فصل:

بعض اہل علم کی
اہل بیت تابعین کے بارے میں مدح سرائی

محمد بن علی بن ابی طالب المعروف ابن حنفیہ رحمہ اللہ:

علامہ ابن حبان رحمہ اللہ اپنی کتاب میں ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

''محمد بن علی بن ابی طالب رحمہ اللہ اہل بیت کے افضل ترین لوگوں میں سے تھے۔''[1]

علامہ مزی رحمہ اللہ ''تہذیب الکمال'' میں لکھتے ہیں کہ امام احمد بن عبداللہ عجلی ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

''وہ ثقہ تابعی اور انتہائی نیک شخصیت تھے۔''

امام ابراہیم بن عبداللہ بن جنید نے فرمایا:

''عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند سے بیان کرنے والوں میں کوئی شخص محمد بن حنفیہ سے بڑھ کر معتبر اور صحیح بیان کرنے والا ہمیں معلوم نہیں۔''[2]

علامہ ذہبی رحمہ اللہ اسرائیل عن عبدالاعلی (ابن عامر) کے حوالہ سے یوں رقم طراز ہیں:

''محمد بن علی رحمہ اللہ کی کنیت ابوالقاسم تھی، وہ انتہائی پرہیزگار اور متبحر عالم تھے۔''[3]

مزید فرماتے ہیں:

''محمد بن علی رحمہ اللہ مسلمانوں کے سردار، امام، ابوالقاسم اور ابوعبداللہ تھے۔''[4]

---

[1] كتاب الثقات لابن حبان : ٥/٣٤٧.
[2] تهذيب الكمال: ١٧/٧٩، ٨٠.
[3] سير اعلام النبلاء: ٤/١١٥.
[4] سير اعلام النبلاء: ٤/١١٠.

حضرت علی بن حسین بن علی بن ابی طالب المعروف زین العابدین رحمہ اللہ:

علامہ ابن سعد رحمہ اللہ نے ان کی یوں مدح سرائی کی ہے:

''علی بن حسین رحمہ اللہ معتبر، ثقہ، بلند مرتبہ، عظیم الشان اور پرہیزگار شخصیت تھے۔ ان سے بہت زیادہ احادیث مروی ہیں۔'' ❶

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ یوں رقم طراز ہیں:

''علی بن حسین رحمہ اللہ کبار تابعین میں سے تھے اور علم اور دین کے لحاظ سے ائمہ میں شمار ہوتے ہیں۔'' ❷

علامہ مزی رحمہ اللہ ان کے حالات کے تحت لکھتے ہیں کہ زہری رحمہ اللہ ان کے متعلق فرماتے ہیں:

''میں نے علی بن حسین رحمہ اللہ سے بڑھ کر صاحب علم و فضل کوئی قریشی نہیں دیکھا۔''

ابو حازم، زید بن اسلم، امام مالک اور یحییٰ بن سعید انصاری رحمہم اللہ سے بھی اسی قسم کے الفاظ منقول ہیں۔

حضرت عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ مدینہ منورہ کے رہنے والے، ثقہ اور معتبر تابعی تھے۔''

حضرت زہری رحمہ اللہ ان کی بابت فرماتے ہیں:

''حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ تمام اہل بیت میں نیکی اور فضیلت کے لحاظ سے اعلیٰ ترین لوگوں میں سے تھے اور مروان بن حکم اور عبدالملک بن مروان ان سے بہت زیادہ محبت رکھتے تھے۔'' ❸

علامہ ذہبی رحمہ اللہ یوں رطب اللسان ہیں:

''علی بن حسین مسلمانوں کے سردار، امام، زین العابدین، ہاشمی، علوی،

---

❶ الطبقات لابن سعد: ٥/٢٢٢.

❷ منهاج السنة النبوية: ٤/٤٨.

❸ تهذيب الكمال: ١٣/٢٣٨ تا ٢٤٠.

مدنی تھے۔''❶

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ انتہائی معتبر، ثقہ، عبادت گزار، علم وفقہ کی حامل مشہور شخصیت تھے۔''❷

محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب المعروف محمد باقر رحمہ اللہ:

جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ کی ایک لمبی حدیث محمد باقر رحمہ اللہ سے یوں مروی ہے:

''ہم کئی افراد سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے ہاں حاضر ہوئے تو وہ ہمارے بارے میں پوچھنے لگے۔ جب میری باری آئی تو میں نے عرض کیا:

''جناب! میں محمد بن علی بن حسین ہوں۔'' یہ سنتے ہی انہوں نے اپنا ہاتھ میرے سر کی طرف بڑھایا، پھر انہوں نے میرا اوپر والا بٹن کھولا پھر نچلا بٹن کھولا اور اپنا دست شفقت میرے سینے پر رکھا، میں ان دنوں نوجوان لڑکا تھا۔ پھر فرمانے لگے: ''اے پیارے بھتیجے! خوش آمدید! جو دل چاہے پوچھو۔'' میں نے گزارش کی ''جناب! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے بارے میں بیان فرمائیے۔'' پھر انہوں نے حجۃ الوداع کے بارے میں لمبی حدیث بیان کی۔''

اس واقعہ سے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے دل میں محمد باقر رحمہ اللہ کے عزت واحترام کی نشاندہی ہوتی ہے۔❸

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''منہاج السنہ'' میں یوں رقمطراز ہیں:

''اسی طرح ابوجعفر محمد بن علی (امام باقر رحمہ اللہ) انتہائی دین دار اور بہترین عالم تھے۔'' کہا گیا ہے کہ انہیں ''باقر'' اس لیے کہا جاتا تھا کہ انہوں نے علم کی خوب

---

❶ سیر اعلام النبلاء: ٤/٤٨٦.

❷ تقریب التھذیب، ص: ٦٩٣.

❸ صحیح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حدیث: ١٢١٨.

تحقیق کی۔اس بناپر نہیں کہ کثرتِ سجود کی وجہ سے ان کی پیشانی زخمی ہوگئی تھی۔'' [1]

علامہ مزی رحمہ اللہ ''تہذیب الکمال'' میں لکھتے ہیں کہ علامہ عجلی رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

''وہ مدینہ منورہ کے رہنے والے معتبر اور ثقہ تابعی تھے۔''

ابن البرقی فرماتے ہیں:

''وہ صاحب علم وفضل اور فقیہ تھے۔'' [2]

علامہ ذہبی رحمہ اللہ یوں مدح سرا ہیں:

''مسلمانوں کے سردار، ابوجعفر محمد بن علی بن حسین بن علی، علوی، فاطمی، مدنی، امام زین العابدین کے بیٹے، وہ علم وعمل، سیادت، شرف، بزرگی، ثقاہت اور متانت کا مجسمہ تھے۔ بلاشبہ خلافت کے قابل تھے۔ ان بارہ ائمہ میں سے ایک ہیں جن کی امامیہ شیعہ حد درجہ تعظیم کرتے ہیں، بلکہ ان کو معصوم سمجھتے ہیں اور ان کے بارے میں تمام مسائل دین کی معرفت کا دعویٰ کرتے ہیں، حالانکہ صرف فرشتے اور انبیاءؑ ہی معصوم ہیں۔ ان کے علاوہ ہر شخص صحیح بھی کہہ سکتا ہے اور غلط بھی۔ اس کا قول لیا بھی جا سکتا ہے اور چھوڑا بھی جا سکتا ہے۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کہ وہ منجانب اللہ معصوم ہیں اور ان کو ہر وقت وحی کے ساتھ تائید حاصل رہتی ہے۔ ابوجعفر ''باقر'' کے لقب سے مشہور ہیں کہ انہوں نے علم کی اچھی طرح تحقیق کی تھی اور علم کی مخفیات تک ان کی رسائی تھی۔ وہ مجتہد امام تھے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو بخوبی پڑھنے اور جاننے والے تھے۔ غرض وہ عظیم الشان شخصیت تھے۔''

نیز فرماتے ہیں:

---

[1] منهاج السنة النبوية: ٤/ ٥٠.

[2] تهذيب الكمال: ١٧/ ٧٤.

''امام نسائی رحمہ اللہ وغیرہ نے انہیں مدینہ منورہ کے فقہاء تابعین میں شمار کیا ہے اور حفاظِ محدثین کا اجماع ہے کہ ان کی نقل کردہ حدیث سے حجت پکڑی جا سکتی ہے۔'' ❶

جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رحمہ اللہ :

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ان کی شان میں یوں رطب اللسان ہیں:

''امام جعفر صادق رحمہ اللہ بہترین اہل علم اور اہل دین دار لوگوں میں سے تھے۔''

عمرو بن ابی مقدام فرماتے ہیں:

''جب میں جعفر بن محمد کو دیکھتا تھا تو یقین آ جاتا تھا کہ وہ واقعتاً انبیاء کی نسل سے ہیں۔'' ❷

مزید ان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''وہ علمائے امت کے سردار تھے۔'' ❸

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام صادق، بنو ہاشم کے سردار، ابو عبداللہ، قریشی، ہاشمی، علوی، نبوی، مدنی اور علمائے امت میں اہم شخصیت تھے۔''

ایک دوسرے مقام پر ان کے والد محترم اور ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

''وہ دونوں مدینہ منورہ کے جلیل القدر عالم تھے۔'' ❹

امام ذہبی رحمہ اللہ ''تذکرۃ الحفاظ'' میں فرماتے ہیں:

''امام شافعی اور امام یحییٰ بن معین رحمہما اللہ نے ان کی ثقاہت کا کھلا اعتراف کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ میں نے امام جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔''

---

❶ سیر اعلام النبلاء: ٤/ ٤٠١ تا ٤٠٣.

❷ منهاج السنة النبوية: ٤/ ٥٢، ٥٣.

❸ فضل اهل البيت وحقوقهم، ص: ٣٥.

❹ سير اعلام النبلاء: ٦/ ٢٥٥.

امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’اتنے ثقہ ہیں کہ ان کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں۔‘‘ [1]

علی بن عبداللہ بن عباس رحمہ اللہ:

علامہ ابن سعد ان کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

’’علی بن عبد اللہ بن عباس رحمہ اللہ سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ روئے زمین پر سب سے زیادہ خوبصورت قریشی تھے، انتہائی وجیہ تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ سب سے بڑھ کر نفلی نماز کے شائق تھے، حتیٰ کہ ان کی عبادت اور فضیلت کی بنا پر ان کو ’’سجاد‘‘ کہا جاتا تھا۔‘‘

مزید فرماتے ہیں:

’’وہ انتہائی معتبر اور ثقہ تھے البتہ احتیاطاً حدیث کی روایت کم کیا کرتے تھے۔‘‘ [2]

علامہ مزی رحمہ اللہ ’’تہذیب الکمال‘‘ میں لکھتے ہیں کہ امام عجلی اور امام ابوزان کے بارے میں فرماتے ہیں:

’’وہ انتہائی معتبر اور ثقہ تھے۔‘‘

عمرو بن علی فرماتے ہیں:

’’وہ انتہائی نیک اور شریف النفس تھے۔‘‘

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ان کا تذکرہ ثقہ اور معتبر راویوں میں کیا ہے۔‘‘ [3]

علامہ ذہبی رحمہ اللہ ان کے حق میں یوں مدح سرا ہیں:

’’سردار، امام، خلفاء کے باپ، ابو محمد، ہاشمی، سجاد۔ وہ علم و عمل، جسامت و خوبصورتی، قد و کاٹھ اور رعب و ہیبت کا مجسمہ تھے۔‘‘ [4]

---

[1] تذکرة الحفاظ: ١/١٢٦.

[2] الطبقات لابن سعد: ٥/٣١٣، ٣١٤.

[3] تهذيب الكمال: ١٣/٣٤٧.

[4] سير اعلام النبلاء: ٥/٢٥٢.

نویں فصل:

اہل بیت کے بارے میں
اہل سنت اور دیگر فرقوں کے عقیدے میں تقابل

گزشتہ بحثوں سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا عقیدہ افراط وتفریط سے محفوظ ہے، اس میں غلو ہے نہ تنقیص۔ وہ سب سے محبت وعقیدت رکھتے ہیں، کسی کی تنقیص نہیں کرتے ہیں اور نہ غلو سے کام لیتے ہیں۔ اسی طرح وہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت وعقیدت رکھتے ہیں۔ گویا وہ صحابہ اور اہل بیت دونوں سے بیک وقت محبت رکھتے ہیں۔ بخلاف گمراہ فرقوں کے کہ وہ اہل بیت کے کچھ افراد سے تو محبت میں غلو کرتے ہیں مگر بہت سے اہل بیت اور دیگر صحابہ سے بغض رکھتے ہیں اور ان کی تنقیص کرتے ہیں۔ اہل بیت کے بارہ ائمہ یعنی علی، حسن وحسین رضی اللہ عنہم اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے نو اماموں کے بارے میں اس گمراہ فرقے کے غلو کی ایک مثال کلینی کتاب ''الاصول من الکافی'' کے مضامین ہیں جس کے چند ابواب ملاحظہ ہوں: باب: ائمہ کرام علیہم السلام زمین میں اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لیے دروازے ہیں جن کے بغیر اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ (۱/۱۹۳)

باب: ائمہ علیہم السلام وہ علامات ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ (۱/۲۰۶) اس باب میں شیعی راویوں سے مروی تین روایات ہیں جن میں قرآن مجید کی آیت کریمہ ﴿وَعَلَامَاتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ﴾ کی یہ تفسیر بیان کی گئی ہے کہ ''نجم'' سے مراد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے آل ہیں اور ''علامات'' سے ائمہ کرام مراد ہیں۔

باب: ائمہ علیہم السلام اللہ تعالیٰ کا نور ہیں۔ (۱/۱۹۴) اس باب میں بھی چند شیعی روایات ہیں۔ ان میں سے ایک حدیث کی سند ابو عبد اللہ امام جعفر صادق تک پہنچتی ہے، جس میں اس آیت کریمہ کی تفسیر کی گئی ہے:

﴿اللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (النور: ۲٤)

امام جعفر صادق کی طرف اس کی تفسیر یوں منسوب کی گئی ہے کہ ''مشکوٰۃ'' سے مراد حضرت فاطمہ ہیں۔ ''مِصْبَاحٌ'' سے مراد حضرت حسن ہیں۔ ''زُجَاجَةٍ'' سے مراد حضرت حسین ہیں۔ ''كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ'' سے بھی حضرت فاطمہ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ دنیا کی عورتوں میں روشن ستارے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ''شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ'' سے مراد ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ''شَرْقِيَّةٍ'' سے مراد یہودیت اور ''غَرْبِيَّةٍ'' سے مراد عیسائیت ہے۔ ''زَيْت'' سے مراد علم ہے۔ ''نُورٌ عَلَى نور'' سے مراد ائمہ کرام ہیں جو یکے بعد دیگرے آئے۔ ''لِنُورِهِ'' سے مراد بھی ائمہ کرام ہیں۔

باب: قرآن مجید میں مذکور لفظ ''آیات'' سے ائمہ کرام مراد ہیں۔ (۱/۲۰۷)

اس باب میں ﴿وَمَا تُغْنِي الآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ﴾ کی تفسیر میں کہا گیا ہے: ''آیات'' سے مرد ائمہ کرام ہیں۔ اسی طرح ایک دوسری آیت ﴿كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا﴾ میں ''آیات'' سے تمام اوصیاء مراد لیے گئے ہیں۔ گویا آیت کا مطلب یہ ہوا کہ آل فرعون پر اس لیے عذاب آیا کہ انہوں نے اوصیاء یعنی ائمہ کرام کی تکذیب کی تھی۔

باب: جن اہل ذکر سے اللہ نے پوچھنے کا حکم دیا ہے ان سے مراد ائمہ کرام ہیں۔ (۱/۲۱۰)

باب: قرآن امام کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔(۱/۲۱۶)

اس باب میں اللہ کے فرمان: ﴿إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ﴾ کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ قرآن امام کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ﴾ کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اس سے ائمہ کرام مراد ہیں کہ ان کی نصرت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے تم سے پختہ عہد لیا ہے۔

باب: جس نعمت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں کیا ہے اس سے ائمہ کرام مراد ہیں۔ (۱/ ۲۱۷) ﴿أَلَمْ تَرَى إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللَّهِ كُفْرًا﴾ کی تفسیر میں ذکر کیا گیا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس نعمت سے مراد ہم ہیں، قیامت کے دن جو شخص بھی کامیاب ہوگا ہمارے واسطے سے کامیاب ہوگا۔''

اسی طرح سورۂ رحمان کی مشہور آیت ﴿فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ﴾ کی تفسیر میں کہا گیا ہے: ''کیا تم نبی کو جھٹلاتے ہو یا وصی کو؟''

باب: لوگوں کے اعمال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ کرام پر پیش کیے جاتے ہیں۔(۱/ ۲۱۹)

باب: ائمہ علیہم السلام کے پاس وہ تمام کتابیں تھیں جو کسی بھی دور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں اور وہ باوجود کے اختلاف کے ان سب کو جانتے پہچانتے تھے۔'' (۱/ ۲۲۷)

باب: مکمل قرآن مجید ائمہ علیہم السلام کے سوا کسی نے جمع نہیں کیا اور وہی اس کے مکمل علم کو جانتے ہیں۔(۱/ ۲۲۸)

باب: ائمہ علیہم السلام وہ تمام علوم جانتے ہیں جو ملائکہ، انبیاء اور رسولوں کو معلوم تھے۔(۱/ ۲۵۵)

باب: ائمہ علیہم السلام اپنی موت کا وقت جانتے ہیں اور وہ اپنے اختیار کے ساتھ فوت ہوتے ہیں۔ (۱/ ۲۵۸)

باب: ائمہ علیہم السلام ہر گزشتہ اور آئندہ کا علم رکھتے ہیں اور ان پر کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی۔(۱/ ۲۶۰)

باب: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو جو بھی علم سکھایا وہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کو بھی سکھانے کا حکم دیا اور وہ آپ کے ہر علم میں شریک تھے۔ (۱/۲۶۳)

باب: لوگوں کے پاس جو بھی حق بات ہے وہ ائمہ علیہم السلام ہی کی طرف سے ان تک پہنچی ہے اور جو ان کے واسطے سے نہیں ملی وہ باطل ہے۔ (۱/ ۳۹۹)

یہ تمام ابواب بہت سی شیعی روایات پر مشتمل ہیں۔ یہ تمام حوالے اس ایڈیشن کے ہیں جو مکتبہ الصدوق طہران نے ۱۳۸۱ھ میں شائع کی ہے۔ یہ کتاب شیعہ کی انتہائی بلند مرتبہ کتب میں سے ایک ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں کتاب اور مؤلف کتاب کی بہت تعریف کی گئی ہے۔ مؤلف کی وفات ۳۲۹ھ میں ہوئی۔ یہ جو کچھ میں نے نقل کیا ہے ان کے علماء کے اپنے ائمہ کے بارے میں غلو کا ایک نمونہ ہے۔

باقی رہا متاخرین کا ائمہ کے بارے میں غلو تو یہ ان کے ایک موجودہ دور کے امام خمینی کے اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے:

''امام علیہ السلام کے لیے ولایت اور حاکمیت کا ثبوت اس بات کا تقاضا نہیں کرتا ہے کہ وہ اس مرتبہ سے محروم ہو گیا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں حاصل ہے اور اس سے وہ عام حکمرانوں جیسا نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ امام کو اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل تعریف مقام اور بلند مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔ نیز اسے ایسی تکوینی خلافت حاصل ہوتی ہے کہ اس کی حکومت اور غلبے کے سامنے اس کائنات کا ذرہ ذرہ تابع فرمان ہوتا ہے اور یہ ہمارے مذہب کا لازمی اور قطعی عقیدہ ہے کہ ہمارے ائمہ علیہم السلام کو وہ مقام حاصل ہے کہ اس تک نہ کوئی مقرب فرشتہ پہنچ سکتا ہے نہ کوئی نبی اور رسول اور ہمارے پاس ایسی کثیر روایات اور احادیث موجود ہیں جو یہ ثابت کرتی ہیں کہ رسول اعظم ﷺ اور ائمہ علیہم السلام اس جہان کے وجود میں آنے سے قبل نور تھے۔ اللہ نے انہیں اپنے عرش کے اردگرد مامور فرمایا اور ان کو وہ مرتبہ اور قرب

نصیب فرمایا جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ معراج کی روایات کے مطابق سیدنا جبریل عَلَیْہِ السَّلَام نے کہا تھا: اگر میں ایک پور کے برابر بھی آگے ہو جاؤں تو جل جاؤں گا، جبکہ ہمارے ائمہ عَلَیْہِمُ السَّلَام سے منقول ہے: ''بعض اوقات ہم اللہ تعالیٰ سے اس قدر قریب ہو جاتے ہیں کہ کسی مقرب فرشتے حتیٰ کہ کسی نبی و رسول میں بھی اس کی ہمت نہیں ہوتی۔'' [1]

کوئی عقل مند شخص اس جیسی باتیں سن کر یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا:

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝﴾ (آل عمران : ۳/ ۸)

''اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت عطا فرمانے کے بعد ہمارے دلوں کو راہ راست سے ٹیڑھا نہ کر دینا اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما، بلاشبہ تو ہی عطا کرنے والا ہے۔''

جس شخص میں کچھ بھی عقل و شعور ہے اسے یقین ہے کہ اس قسم کی باتیں جو نقل کی گئی ہیں، وہ ان ائمہ کرام پر بہتان اور صریح جھوٹ ہیں۔ یقیناً ائمہ عظام ایسی باتوں اور ایسے پیروکاروں سے بری اور بیزار ہیں۔

............*

[1] الحکومة الاسلامیة: ص: ۵۲، من منشورات المکتبة الاسلامیة الکبری، طهران۔

دسویں فصل:

اہل بیت کی طرف جھوٹی نسبت جوڑنا حرام ہے

بہترین نسب نبی کریم ﷺ کا نسب مبارک ہے اور آپ ﷺ کی طرف نسبت بلند ترین نسبت ہے، جو اہل بیت کے واسطے سے ہو بشرطیکہ وہ نسب صحیح ہو۔ عرب وعجم میں بے شمار لوگ اس نسبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جو شخص واقعتاً اہل بیت میں سے ہو اور وہ صاحب ایمان بھی ہو اسے تو عظیم فضیلت حاصل ہے، کیونکہ اسے دو شرف حاصل ہیں: ایمان کا شرف بھی اور خاندانی شرف بھی۔ لیکن جو شخص جھوٹا دعویٰ کرے اس نے ایک عظیم گناہ کا ارتکاب کیا، کیونکہ اس نے ایسی چیز کے حصول کا دعویٰ کیا جو اسے حاصل نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ یُعْطَ کَلَابِسِ ثَوْبَيْ زَوْرٍ)) [1]

''جو شخص ایسی چیز کے حصول کا دعویٰ کرے جو اسے حاصل نہیں وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے جھوٹ کا لباس (یا جعلسازی والا لباس) پہن رکھا ہو۔''

بہت سی صحیح احادیث میں اپنے نسب کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کی حرمت بیان کی گئی ہے، ان میں سے ایک حدیث حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((لَیْسَ مِنْ رَجُلٍ ادَّعَی لِغَیْرِ أَبِیهِ وَهُوَ یَعْلَمُهُ، إِلَّا کَفَرَ بِاللّٰهِ، وَمَنِ ادَّعَی قَوْمًا لَیْسَ لَهُ فِیهِمْ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)) [2]

---

[1] صحیح مسلم، الأدب باب النهي عن التزویر في اللباس وغیره......، ح: ۲۱۲۹، من حدیث عائشة رضي الله عنها

[2] صحیح البخاري، المناقب، باب: ٥، ح: ٣٥٠٨، وصحیح مسلم، الإیمان، باب بیان حال إیمان من قال لأخیه المسلم: یا کافر، ح: ۱۱۲

''جو شخص جانتے بوجھتے ہوئے اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرے وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرتا ہے اور جو شخص ایسی قوم کی طرف نسبت کا دعویٰ کرے جن سے اس کا کوئی نسبی تعلق نہیں وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔''

صحیح بخاری میں سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مِـنْ أَعْظَمِ الْفِرَى أَنْ يَدَّعِيَ الرَّجُلُ إِلَى غَيْرِ أَبِيهِ، أَوْ يُرِيَ عَيْنَهُ مَا لَمْ تَرَ، أَوْ يَقُولُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَا لَمْ يَقُلْ)) [1]

''سب سے بڑا بہتان یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے باپ کی بجائے کسی اور کو اپنا باپ کہے یا جھوٹا خواب بنائے جو اس نے نہیں دیکھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عمداً ایسی بات منسوب کرے جو آپ نے نہیں فرمائی۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو وقف اہل بیت یا اہل بیت کے لیے مخصوص ہے اس سے وہی شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے جس کا نسب اہل بیت سے ثابت ہو، نہ کہ جو بھی دعویٰ کرے۔''

دراصل ان سے یہ سوال کیا گیا کہ جو وقف اہل بیت معززین کے لیے مخصوص ہو تو کیا اس میں غیر معزز بھی شامل ہو سکتے ہیں؟ اور کیا وہ اس وقف سے کچھ لے سکتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا:

''اگر تو وقف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت یا اہل بیت کی کسی خاص نسل مثلاً: علوی، فاطمی، طالبی یا عباسی وغیرہ کے لیے ہو تو اس کا مستحق وہی شخص ہوگا جس کا نسب صحیح طور پر اہل بیت یا مخصوص نسل سے ثابت ہو۔ جو صرف دعویٰ کرے اور کوئی ثبوت پیش نہ کرے یا جس کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ وہ اہل بیت سے نہیں ایسا شخص اس وقف سے کچھ نہیں لے سکتا

---

[1] صحيح البخاري، المناقب، باب: ٥، ح: ٣٥٠٩.

خواہ وہ اہل بیت میں سے ہونے کا دعویٰ کرتا رہے، مثلاً: عبداللہ بن میمون قداح کی اولاد۔علم الانساب کے ماہرین صاف جانتے ہیں کہ ان کا نسب اہل بیت سے صحیح ثابت نہیں۔اس بات کی گواہی بہت سے اہل علم دے چکے ہیں، جن میں محدثین، فقہاء، اہل کلام اور اہل انساب شامل ہیں اور اس بات کی اچھی طرح بحث و تحقیق ہو چکی ہے۔اہل اسلام کی بہت سی کتابوں میں بھی یہ بات ذکر ہو چکی ہے بلکہ اسے متواتر کہا جا سکتا ہے۔

اسی طرح جو وقف ''معززین'' کے لیے ہو اس میں سے وہی لوگ حصہ لے سکتے ہیں جن کا نسب صحیح طور پر اہل بیت سے ثابت ہو۔البتہ اگر کوئی شخص کسی مخصوص خاندان یا نسل کے لیے وقف کرے، اس میں اہل بیت کی تخصیص نہ ہو اور موقوفہ جائیداد وقف کرنے والے کی ملکیت ہو اور اس کا کسی مخصوص خاندان کے لیے وقف کرنا صحیح ہو تو وہی مخصوص خاندان یا نسل کے لوگ اس کے مستحق ہوں گے اور بنو ہاشم اس وقف کے مستحق نہ ہوں گے۔''[1]

الحمد للہ ''اہل سنت کے نزدیک اہل بیت کا مقام و مرتبہ'' نامی کتاب کی ابحاث یہاں مکمل ہو چکی ہیں۔میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ ہمیں ایسے کاموں کی توفیق عطا فرمائے جن سے اس کی رضامندی حاصل ہو، ہمیں اپنے دین حنیف کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور حق اور سچ پر ثبت قدم رکھے، یقیناً وہی دعاؤں کو سننے والا اور قبول فرمانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب اور نبی کریم محمد ﷺ، آپ کی آل و نسل اور آپ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔

............*

[1] مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ: ۳۱/۹۳